بچوں کے لیے

حیاتِ طیبہ ﷺ
پر گیارہ کہانیاں

سیّد محمد اسمٰعیل



حیاتِ طیّبہ پر گیارہ کہانیاں

(انوکھے انداز میں)

سید محمد اسماعیل



نیشنل بُک فاؤنڈیشن
اسلام آباد

سیرتِ طیبہ پر گیارہ کہانیاں

سیّد محمد اسماعیل

ISBN: 978-969-37-0700-7

نگران	:	ڈاکٹر انعام الحق جاوید
نام کتاب	:	حیات طیبہ پر گیارہ کہانیاں
مصنّف	:	سیّد محمد اسماعیل
سرورق	:	منصور احمد
اشاعت	:	اکتوبر ۲۰۱۴ء
کوڈ نمبر	:	GNU_028
تعداد	:	2000
مطبع	:	اے۔ آر پرنٹرز، اسلام آباد
قیمت	:	-/80 روپے

فہرست

پیش لفظ	ڈاکٹر انعام الحق جاوید	۵
تعارف	سید محمد اسماعیل	۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	غار کی کبوتری	۹
۲۔	سیاہ پتھر	۱۳
۳۔	رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی	۲۴
۴۔	حلیمہ کا گدھا	۲۹
۵۔	ابرہہ کا ہاتھی	۳۵
۶۔	انگور کا گچھا	۴۱
۷۔	البراق	۴۸
۸۔	غارِ حرا	۵۵
۹۔	بدر کا کنواں	۶۱
۱۰۔	حدیبیہ کا درخت	۶۶
۱۱۔	اسلام کا پرچم	۷۲

پیش لفظ

حضور پاک ؐ کی حیاتِ طیبہ کے حوالے سے پیش کی جانے والی یہ چھوٹی چھوٹی گیارہ کہانیاں سچے تاریخی واقعات پر مبنی ہیں۔ ان کہانیوں کی انفرادیت یہ ہے کہ ان کا تاثر بچوں کے ذہنوں میں اتارنے کے لیے کتاب کے مصنف سید محمد اسماعیل نے واقعات کو انوکھے انداز سے ایک سرگزشت کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل اس طرح کے انداز میں لکھی گئی انگریزی کی ایک کتاب "بلال ؓ" میری نظر سے گزری تھی جو ایچ اے ایل کریگ کی تحریر کردہ تھی اور جسے ڈاکٹر نذیر احمد (مرحوم) اُردو کے قالب میں ڈھالنا چاہتے تھے مگر ترجمہ شروع کر کے مکمل نہ کر سکے چنانچہ بعد ازاں کسی اور صاحب نے اس ترجمہ کو مکمل کر کے کتاب شائع کرائی۔ اس کتاب میں بھی فاضل مصنف نے حضرت بلال ؓ کی کہانی انہی کی زبانی کا انداز اختیار کر کے حیاتِ بلال ؓ کو ایک نئے روپ سے پیش کیا تھا۔ یہ انداز بعض دیگر کتب میں پایا جاتا ہے اور یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے اِس میں بھی یہی اندازِ تحریر اختیار کیا گیا ہے جس کے باعث قاری اسے پڑھتے ہوئے ایک نئے منظر نامے سے روشناس ہوتا ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی طرف سے جہاں دیگر اہم موضوعات پر کتابیں شائع کی جا رہی

ہیں وہاں بچوں کیلئے مفید کتابوں کی اشاعت بھی اس کی اولین ترجیحات میں شامل ہے
کیونکہ ایسی کتابوں کے ذریعے ہی بچوں کی ذہنی اور روحانی نشوونما میں اہم کردار
ادا کیا جا سکتا ہے۔

اُمید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب تاریخ اسلام کے ان سچے واقعات
کو، جو حضورؐ کی حیاتِ طیّبہ سے وابستہ ہیں، بچوں کے ذہنوں میں منتقل
کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو گی۔

ڈاکٹر انعام الحق جاوید
مینیجنگ ڈائریکٹر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؀

تعارف

اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اُس کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے اپنے رسول بھیجے بعض کو اس نے اپنا پیغام ایک کتاب کی صورت میں دیا۔ توریت اسی طرح کی ایک کتاب تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس کے کئی صدیوں بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآنِ حکیم ہمارے پیارے نبی ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لئے نازل فرمائی کہ وہ اس کے ذریعے سے نہ صرف اس زمانے کے انسانوں کی رہنمائی کریں بلکہ یہ کتاب انسانیت کے لئے ہمیشہ ہمیشہ ہدایت اور نور کا سرچشمہ رہے

قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو آخری نبیؐ کو دی گئی۔ اس نبیؐ کو جسے خدائے بزرگ و برتر نے تمام انسانوں کے لئے مکمل ہدایت، حق و انصاف، بھلائی، بھائی چارہ، انسانی ہمدردی اور امن و آشتی کی طرف دعوت دینے والا بنا کر بھیجا۔

آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے وہ ایسے واقعات پر مشتمل ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں۔ جن کا ایک ایک لفظ سچا اور برحق ہے۔ یہ واقعات پرندوں، حیوانات

اور دیگر اشیاء کی زبانی آپ کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے کہ آپ جانوروں کی کہانیاں بڑے شوق سے سنتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔

یہ گیارہ کہانیاں جو آئندہ صفحات پر آپ پڑھیں گے ان کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور کچھ تفصیل ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مستند مجموعوں سے اخذ کی ہے اور آپ کی سیرت پر لکھی جانے والی مشہور و معروف کتابوں سے مدد لی ہے۔ خاص کر ان کہانیوں کا مواد دو نہایت ہی مستند اور معروف تصانیف "محمد الرسول اللہ" از الشیخ محمد رضا مطبوعہ قاہرہ اور "حیات محمد" مؤلفہ عبدالتواب مطبوعہ قاہرہ سے لیا ہے

انشاء اللہ جب آپ بڑے ہوں گے تو یہ تمام کتابیں آپ ضرور پڑھیں گے۔ مجھے پورا یقین ہے چونکہ آپ کے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت ہے ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ کو بے پناہ روحانی خوشی ملے گی۔

میری دعا ہے کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی پیاری پیاری باتوں پر عمل کریں۔

سید محمد اسماعیل

غار کی کبوتری

میں ایک خوش شکل، پاک سفید رنگ کی کبوتری ہوں۔ اِدھر اُدھر اڑتی پھرتی ہوں۔ اور دانہ چگنے کے لئے خانۂ کعبہ کے پاس اُترتی ہوں نہ میں کسی سے ڈرتی ہوں اور نہ مجھ سے کوئی خوف رکھتا ہے۔

میری کہانی یہ ہے کہ ایک خوبصورت صبح تھی میں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھی کہ جہاں میں گھونسلا بناؤں انڈے دوں اور ان میں میرے بچے نکلیں۔ اُڑتے اُڑتے میں ایک غار کے اوپر پہنچی یہ غار مکّہ اور مدینہ کے راستے میں آتا ہے۔ میں نے اس غار کے پاس سانپ بچھوؤں اور زہریلے کیڑے مکوڑوں کو دیکھا جو اس غار کے پاس اس طرح جمع تھے جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ مجھے ان کے قریب جانے سے ڈر لگ رہا تھا؟ اسی دوران جب میں اِدھر اُدھر اڑ رہی تھی میں نے ایک پتلی سی مکڑی دیکھی۔ میں اس کے قریب گئی اور اس سے پوچھا کہ یہ سارے سانپ وغیرہ کیوں جمع ہیں۔؟ اس نے جواب دیا کہ انہیں مکّہ کے ایک بڑے اژدھے نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ دو مسافروں کا راستہ روکیں۔ میں نے مکڑی سے پوچھا کہ آخر یہ دو مسافر کون ہیں؟ اس نے جواب دیا مجھے بھی معلوم نہیں تم تو دُور دُور اڑ کر جا سکتی ہو ذرا پتہ تو کرو۔" میں اُڑی اور کافی دور تک اُڑتی رہی۔ آخر کار میں نے دو مسافر دیکھے۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب میں نے انہیں پہچانا میں تو انہیں پہلے سے جانتی تھی یہ اکثر خانۂ کعبہ میں آتے رہتے تھے ان میں سے ایک ہمارے

پیارے نبی تھے۔ دوسرے ان کے سب سے قریبی ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
ان دونوں کے درمیان یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہمیں کسی غار کی تلاش کرنی چاہیئے۔
وہاں نہ صرف ہم ان لوگوں سے چھپ سکیں گے جو ہمارا پیچھا کر رہے بلکہ کچھ دیر آرام بھی کر سکیں گے۔ مجھے جونہی یہ بات معلوم ہوئی میں اڑتے اڑتے ان کے غار کی طرف روانہ ہو گئی۔
ابھی وہ غار تک نہ پہنچے تھے کہ میں تیزی سے آگے بڑھی اور سانپوں پر جھپٹی کہ اپنی چونچ سے انہیں ٹھونگیں لگاؤں مجھے دیکھتے ہی سانپوں نے راستہ چھوڑ دیا اور اپنے بلوں میں گھس گئے
اپنی بساط کے مطابق میں نے غار کو صاف کیا اور دونوں مسافروں کے متعلق مکڑی کو اطلاع دی وہ بے حد خوش ہوئی۔ ہم ان دونوں عظیم مسافروں کا انتظار کرنے لگے جب انہیں پہنچنے میں دیر ہوئی تو ہم بہت گھبرا گئے۔ خاص طور پر اس بات سے کہ کہیں مکّہ والے انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ خدا خدا کر کے یہ دونوں آخر ہم تک آپہنچے اور غار میں داخل ہو گئے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سانپوں کے تمام بلوں کے منہ کو بند کر دیا۔ صرف ایک بڑا بل باقی بچ رہا میری خواہش تھی کہ میں اپنے جسم سے اسے بند کر دوں ادھر مکڑی سوچ رہی تھی کہ وہ اس بل کے منہ پر جالا تن کر اسے بند کر دے اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بل پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور وہیں بیٹھ گئے۔
اس دوران، میں ڈر اور رنج کے مارے اِدھر اُدھر اُڑتی رہی۔ مجھ سے مکڑی نے سوال کیا کہ تم کیوں بے چین ہو؟ اور تم کیوں نہیں ایسی جگہ کی تلاش کرتی ہو جہاں سکون سے بیٹھ سکو؟
میں نے جواب دیا کہ اصل میں، میں مکّہ والوں سے ڈر رہی ہوں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ راستے کی نگرانی کرتی رہوں تا کہ مکّہ والے ادھر نہ آپہنچیں سی طرح اڑتی رہی کبھی مکّہ کی طرف جاتی اور کبھی واپس آجاتی آخری بار جب میں

واپس آئی تو مجھ پر خوف طاری تھا اور میں تیزی سے مکڑی کے پاس آئی اور اس سے کہا اب کیا ہوگا؟ مکہ والے آرہے ہیں۔ اگر انہوں نے محمدؐ اور ان کے ساتھی کو دیکھ لیا تو غضب ہوجائے گا۔

تھوڑی دیر مکڑی خاموش رہی جیسے کسی گہری سوچ میں ہو پھر اس نے جواب دیا کہ میں اس غار کے دروازے پر جالا بن دیتی ہوں تاکہ وہ بند ہوجائے۔ اور مجھے اس بات پر ہنسی آگئی کہ کس طرح اس کے جالے سے غار کا منہ بند ہوسکتا ہے؟ میں بھی اس کے ساتھ جلدی جلدی اپنے کام میں لگ گئی۔ سب سے پہلے تنکے اٹھا کر لائی گھونسلا بنایا پھر اپنے انڈے لائی اور دروازے کے سامنے انڈے پر بیٹھ گئی۔ تقریباً اسی وقت مکہ کے کافر آپہنچے اور غار کے منہ کے باہر کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے حسب ذیل گفتگو کر رہے تھے۔

ایک نے کہا "کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اس غار میں داخل ہوسکتے ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ "ہوسکتا ہے"۔ کوئی اور کہہ رہا تھا "دونوں اسی غار میں ضرور داخل ہوئے ہیں"۔ ایک طرف سے آواز آئی "میں نہیں خیال کرسکتا کہ وہ اس غار میں داخل ہوئے ہوں گے کیونکہ یہ جگہ سانپوں سے بھری ہوئی ہے"۔

یہ بحث چلتی رہی کہ وہ داخل ہوں کہ نہ ہوں کہ اتنے میں ایک آواز زور سے بلند ہوئی "ہم اس غار میں کیوں جائیں؟ جب اس میں کافی عرصہ سے کوئی نہیں گیا"۔ اس کے ساتھی پوچھنے لگے تمہیں یہ کیسے اندازہ ہوا؟ اس نے جواب دیا "ذرا دیکھو تو سہی کہ غار کے دروازے پر مکڑی نے جالا بنا ہوا ہے اگر کوئی داخل ہوتا تو جالا ٹوٹ جاتا۔ کبوتری اپنے گھونسلے میں انڈے پر بیٹھی ہے۔ اگر کوئی یہاں داخل ہوتا تو کبوتری اڑ گئی ہوتی اور انڈے ٹوٹ جاتے مجھے یقین ہے کہ کافی عرصہ سے اس غار میں کوئی داخل نہیں ہوا"۔ سب نے اس سے اتفاق کیا اور کہا کہ تو سچ کہتا ہے اس جگہ پر وہ دونوں ہو ہی نہیں سکتے"۔ اس کے بعد وہ لوگ قدم بڑھاتے ہوئے غار سے دور چلے گئے اور پھر نظروں سے

اوجھل ہو گئے جب ان کے قدموں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں تو میں اور مکڑی خوشی سے رقص کرنے لگے

اسی دوران سانپ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاؤں پر ڈس لیا مگر وہ وہیں بیٹھے رہے۔ کیونکہ نبیؐ ان کے ایک زانو پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ ڈسے جانے کے باوجود حضرت ابوبکرؓ نے بالکل کوئی حرکت نہ کی کہ کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ پڑے۔ شدتِ تکلیف سے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اور جونہی ایک آنسو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرا۔ آپ اُٹھ بیٹھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کو کیا تکلیف ہے تو پیارے نبیؐ نے اپنا لعابِ مبارک حضرت ابوبکرؓ کے پیر کے اس حصّہ پر لگایا۔ جہاں سانپ نے ڈسا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی تکلیف جاتی رہی۔ یہ سب کچھ ہم دیکھ رہے تھے۔ ہمیں بے حد خوشی ہوئی۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد دونوں اپنے سفر پر روانہ ہو گئے اور میں کافی دیر تک اڑتے اڑتے ان کا ساتھ دیتی۔ اور دل ہی دل میں ان کی سلامتی کی دعا مانگتی رہی۔

اس واقعہ کا ذکر اللہ رب العزّت نے قرآنِ کریم میں یوں کیا ہے۔

اے لوگو! اگر تم نبیؐ کی مدد نہ کرو گے تو کیا فرق پڑے گا؟ نبیؐ کی مدد تو اللہ نے کی ہے اس وقت جب کافروں نے آپ کو نکال دیا تھا اور آپ دو احباب غار میں تھے۔ اور نبیؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے آپ رنج نہ کریں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے آپ پر سکون نازل فرمایا اور آپ کی مدد ایسے لشکروں سے کی جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے۔ اللہ نے کافروں کی بات کو نیچا دکھایا اور اللہ ہی کا بول بالا رہا۔ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ (سورۃ توبہ: آیت ۴۰)

سیاہ پتھر

میں ایک پتھر ہوں۔ میرا رنگ بالکل سیاہ ہے۔ آپ نے میری طرح کے کئی پتھر دیکھے ہوں گے۔ ایسے پتھر آپ کو بلوچستان، صوبہ سرحد، سندھ اور پنجاب کے کئی پہاڑی علاقوں میں کہیں کہیں نظر آئیں گے لیکن آپ یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ میرا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے میں دراصل جنت کا پتھر ہوں۔ جسے آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے اللہ کے حکم پر فرشتے زمین پر لے کر آئے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب اللہ کے رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام عرب کے اُس مقام پر جسے اب مکہ معظمہ کہتے ہیں اللہ کی عبادت کا پہلا گھر تعمیر کر رہے تھے۔ یہ جگہ بالکل ویران تھی۔ ریت کے ٹیلے اور خشک پہاڑیاں چاروں طرف نظر آتی تھیں۔ جہاں سے میں لایا گیا یہ جگہ اس کے بالکل برعکس تھی۔ نہ کوئی سبزہ، نہ درخت، نہ پھل اور نہ نہریں، اور پھر سخت گرمی۔ مجھے اللہ کے گھر کی ایک زیرِ تعمیر دیوار میں لگا دیا گیا۔ آپ جانتے ہیں اس گھر کا کیا نام ہے؟ اسے خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے جس کی طرف مسلمان دن میں پانچ دفعہ منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور دنیا کے کونے کونے سے مسلمان حج کرنے ہر سال یہاں آتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ ہر وہ مسلمان جس کے

پاس سفر کا خرچ ہو اور اس کے گھر والے اس کی غیر حاضری میں اپنا گزارا کر سکیں اس پر اللہ کی طرف سے حج فرض ہے۔
جب حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو اللہ سے دُعا کر رہے تھے کہ اس جگہ کو آباد کرے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی تو وہاں کوئی آبادی نہ تھی صرف ایک چشمہ تھا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے جب وہ بالکل ننّھے منّھے بچّہ تھے زمین سے ظاہر کر دیا تھا یہ چشمہ آج بھی موجود ہے اس کو چاہِ زمزم کہتے ہیں۔
وقت کے ساتھ ساتھ خانہ کعبہ کے ارد گرد آبادی بڑھنی گئی یہاں پانی بھی کثرت سے تھا۔ اور پھر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی۔ دُور دراز سے لوگ اللہ کے گھر کی زیارت کو آتے تو مجھے بھی عزّت کی نظر سے دیکھتے۔ عقیدت کے طور پر مجھے چومتے۔ میرے متعلق ایک دوسرے کو بتاتے کہ میں جنّت کا پتھر ہوں۔ اس اللہ کے گھر میں کافی عرصہ تک صرف اللہ کا نام لیا جاتا رہا۔ مگر جوں جوں وقت گزرا لوگ اللہ کو بھول کر بتوں کی پوجا میں لگ گئے۔ اللہ کا گھر بتوں کا گھر بن چکا تھا۔ ایک دو کا نہیں سینکڑوں بتوں کا، یہ سب پتھر کے بُت تھے۔ ان کو ماننے والے یہ سمجھتے تھے کہ ان میں سے کوئی بُت بارش لاتا ہے تو کوئی اناج اُگاتا ہے۔ کوئی اولاد دیتا ہے تو کوئی مویشی، جن بتوں کو لوگ اپنے ہاتھوں سے بناتے انہیں بے جان بتوں کو خدا بنا لیتے اس بت پرستی، گندگی اور شرک و گناہ کے ماحول سے، میں بہت اُکتا گیا تھا۔ اور خدا سے دعا کرتا تھا کہ وہ اپنے گھر کو بتوں سے پاک وصاف کر دے۔ اور اس میں صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے۔
آپ کو شاید علم نہ ہو کہ جب سے خانۂ کعبہ بنا ہے لوگ دُور دراز سے اس کی زیارت کو آتے ہیں۔

اب میں آپ کو اپنی زندگی کا ایک اہم واقعہ سناتا ہوں۔ یہ کوئی چودہ سو سال پہلے کی بات ہے ان دنوں عرب کے جنوب میں یمن کے علاقے میں ابرہہ نامی ایک شخص حکومت کرتا تھا اُسے اس بات پر بڑا حسد تھا کہ خانہ کعبہ کی وجہ سے مکّہ والوں کی بڑی عزّت ہے وہ مال و دولت و طاقت میں مکّہ والوں سے کہیں بلند ہے۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ ایک شاندار عبادت گاہ بنائی جائے جس کی چمک دمک سے لوگ اس طرف کھنچے چلے آئیں۔ اور خانہ کعبہ کی حیثیت ختم ہو جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا اس نئی عبادت گاہ میں سونے چاندی کے نقش و نگار بنوائے مگر اس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی لوگ پہلے کی طرح خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتے رہے اس لئے ابرہہ نے فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کو ختم کر دیا جائے تاکہ جب خانہ کعبہ نہ رہے گا تو لوگ مجبوراً اس کی تعمیر کردہ شاندار عبادت گاہ کی طرف آنا شروع کر دیں گے۔ آخر کار وہ گھوڑوں اور ہاتھیوں سمیت ایک بہت بڑا لشکر لے کر روانہ ہوا تاکہ مکّہ اور خانہ کعبہ کو ختم کر دے۔ ابھی یہ لشکر مکّہ سے کچھ دور ہی تھا کہ مکّہ والے اس کے خوف سے مکہ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ میں اپنی جگہ شدید خوف میں مبتلا تھا میں ڈر رہا تھا کہ اب یہ لشکر اللہ کے گھر کو تباہ کر دے گا اور نہ جانے میرا کیا حال ہو گا؟ یکایک میں کیا دیکھتا ہوں کہ سمندر کی جانب سے چھوٹے چھوٹے پرندے (ابابیل) آسمان پر جھنڈ در جھنڈ آنے لگے۔ تھوڑی دیر میں آسمان بالکل چھُپ گیا۔ ان پرندوں نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر گرانی شروع کر دیں جسے ایک بھی کنکری لگتی وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ابرہہ کا سارا لشکر تباہ ہو گیا جو خانہ کعبہ کو مٹانے آئے تھے وہ خود مٹ گئے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا آپ نے اس واقعہ کے بارے میں سورۃ فیل جو قرآن کریم کے آخری پارے میں آتی ہے ضرور پڑھی ہو گی۔

ابرہہ کے لشکر کی تباہی کے عجیب و غریب واقعہ کے کچھ دنوں بعد میں نے کیا دیکھا کہ ہر طرف نور ہی نور پھیلا ہوا ہے پرندے خوشی کے ترانے گا رہے ہیں میرے قریب ایک

کبوتر آکر بیٹھا ہیں نے پوچھا آپ سب اتنے خوش کیوں ہیں؟ وہ حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ تعجب ہے آپ کو نہیں معلوم آج مکّہ کے سردار عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر ایک فرزند آیا ہے جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے میں اس بچہ کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو گیا وقت گزرتا گیا یہ بچہ بڑا ہو کر جوان ہوا۔ اس کی نیکی سچائی، پاک بازی کے قصّے مکّہ کے ہر شخص کی زبان پر تھے یہ اللہ کا نیک بندہ مکّہ والوں سے مختلف تھا۔ بتوں سے نفرت کرتا صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا۔ کمزوروں کی مدد کرتا سچ بولتا ہر ایک کی امانت کا پاس رکھتا اس کا نام محمدؐ تھا۔ ابھی محمدؐ کی عمر ۳۵ سال کی ہو گی کہ میری زندگی میں ایک نہایت ہی اہم واقعہ پیش آیا۔

مکّہ کے قریش بہت سے قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا سمجھتا لوگ معمولی سی بات پر ایک دوسرے کا خون بہانے کو تیار ہو جاتے۔ اس سال زور کی بارش ہوئی خانہ کعبہ کے اندر پانی بھر گیا چونکہ اس کی دیواریں کچی تھیں اس لئے انہیں خاصہ نقصان پہنچا کہیں سے دیوار بھی بیٹھ گئی۔ قریش نے فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ اور اس مرتبہ دیواریں زیادہ بلند کی جائیں تعمیر شروع ہوئی اب وقت آ پہنچا جب مجھے دیوار میں لگایا جانا تھا۔ ہر قبیلہ اپنے آپ کو اس کام کا حقدار سمجھتا تھا۔ بات لڑائی تک جا پہنچی آخر کار کچھ بوڑھے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ سب لوگ اپنے گھر کو چلے جائیں جو شخص آئندہ روز صبح کے وقت سب سے پہلے خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہو وہی مجھے اُٹھا کر دیوار میں لگائے۔

آپ کو یہ جان کر بے حد خوشی ہو گی کہ سب سے پہلے دوسری صبح کو جو شخص خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہوا وہ ہمارے پیارے نبیؐ تھے۔ ابھی آپ کو نبوّت نہیں ملی تھی مگر آپ کے کردار کی سبھی تعریف کرتے تھے۔ آپ سچائی اور امانت داری کی وجہ سے "صادق" اور "امین" کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

جوں ہی لوگوں کو اس بات کا علم ہوا کہ سب سے پہلے آنے والے شخص محمدؐ ہیں تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ مکّہ کے تمام لوگ جمع ہو چکے تھے۔ ہمارے نبیؐ نے ہر قبیلہ سے ایک نمائندہ لیا پھر ایک چادر منگوائی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے اُٹھا کر چادر میں رکھا پھر ہر قبیلہ کے نمائندہ سے فرمایا کہ وہ چادر کو تھام کر اوپر اُٹھائے۔ جب چادر بلند ہو کر اس مقام تک پہنچی جہاں مجھے دیوار میں رکھا جانا تھا تو پیارے نبی نے مجھے پھر اپنے پاک ہاتھوں سے اُٹھایا اور دیوار میں رکھ دیا آپ کو میں نہیں بتا سکتا کہ اس وقت میری خوشی کا کیا عالم تھا۔ تمام کام بخوبی پورا ہو گیا۔ ہر قبیلہ مطمئن تھا کہ اس نے پتھر اٹھایا ہے۔ نبیؐ کی اس دانشمندی سے مکّہ والے ایک بہت بڑے خون خرابے سے بچ گئے۔

نبیؐ جب بھی خانہ کعبہ آتے تو مجھے بوسہ دیتے۔ میں اپنی قسمت پر فخر کرتا۔ چند ہی سال گزرے تھے کہ میں نے مکّہ والوں کی زبانی سُنا کہ محمدؐ نے اعلان کیا ہے کہ اللہ نے انہیں نبی بنایا ہے تاکہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا سکیں اور انہیں ایک خدا کی عبادت کی تلقین کریں اور بتوں کی پوجا سے روکیں۔

میں نے کئی مرتبہ اپنے قریب نبیؐ کو قریش کے سرداروں کو اس قسم کی نصیحت کرتے سُنا کہ وہ بتوں کی پوجا نہ کریں اور صرف اللہ کی عبادت کریں۔ جس کا نہ کوئی شریک ہے، اور نہ جس کے کوئی برابر ہے۔ اس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا ہے وہی ہمیں روزی دیتا ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ مگر قریش کے سردار آپ کی ایک بات نہ سُنتے بلکہ آپ کو (نعوذ باللہ) پاگل اور شاعر کہتے مجھے یہ دیکھ کر بے حد دُکھ ہوتا۔

کعبہ کے اندر اُن دنوں ۳۶۰ بُت تھے جن کی قریش پوجا کرتے تھے ان کے لئے نذرانے پیش کرتے خانہ کعبہ کے گرد ناچتے بغیر لباس کے طواف کرتے ہر طرف گندگی

بھیلاتے۔ میں حیران ہوتا کہ قریش اس خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟ جو سب کو پیدا کرنے والا ہے اور رزق دینے والا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آتا کہ قریش اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا خدا بناتے تھے بھلا جو بُت نہ سُن سکتے ہوں نہ دیکھ سکتے ہوں نہ حرکت کر سکتے ہوں وہ کسی کو کیا نقصان یا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ وقت گزرتا گیا کچھ لوگ آپ کی بات پر دھیان دینے لگے مگر قریش کے اکثر لوگ آپ کا مذاق اڑاتے۔ آپ کو تبلیغ سے روکنے کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے۔

ایک دفعہ ایک کافر نے اونٹ کی آنتیں وغیرہ تمام گندگی سمیت آپ کی پیٹھ پر رکھ دیں جب آپ سجدے میں تھے اس کے بوجھ سے آپ سے اُٹھا نہ جاتا تھا۔ کافر اور اس کے ساتھی اس شرمناک حرکت پر ہنسے چلے جا رہے تھے۔ آخر آپ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ اطلاع ملتے ہی بھاگی آئیں گندگی کو آپ کی پیٹھ سے علیحدہ کیا تب کہیں آپ سجدے سے اُٹھ سکے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو اس بدبخت کافر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ ایک دن اور اسی طرح مجھے ایک دوسرے کافر پر بے حد طیش آیا جس نے آپ کی گردن میں چادر ڈالی اور اس زور سے کھینچا کہ آپ کا سانس گھُٹنے لگا۔

ایسے واقعات دیکھ کر میں دل ہی دل میں روتا رہتا۔ اور پیارے نبیؐ کی سلامتی کی دعائیں مانگتا رہتا۔ ہمارے پیارے نبیؐ ان تمام مشکلات کے باوجود دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے کافروں کو خدشہ تھا کہ کہیں ان کے بتوں کی پوجا بند نہ ہو جائے۔ جن کی وجہ سے سارے عرب میں ان کو قدر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ کافروں نے ایک چال چلی انہوں نے آپ کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس شرط پر آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں کہ آپ اِن کے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں اور ایک خدا کی عبادت کے لئے دعوت دینا بند

اللہ کے دین کی دعوت دیں۔ طائف والوں نے آپ کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا شریر بچوں کو پیچھے لگا دیا جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے اور آپ لہولہان ہو گئے جب مجھے اس واقعہ کا علم ہوا تو میرے رنج کی انتہا نہ رہی۔

نبیؐ مخالفت کے باوجود ثابت قدم رہے اور لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے آپ رات کو خانۂ کعبہ میں آتے میں انہیں اللہ کے حضور عاجزی سے دعائیں مانگتے سُنتا تھا۔ وہ ساری ساری رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے رات اندھیری تھی رسول اکرمؐ عبادت کے لئے خانۂ کعبہ میں مشغول تھے کہ میں نے آسمان سے حضرت جبرائیلؑ کو آتے دیکھا ان کے ساتھ ایک عجیب و غریب شکل و صورت کی سفید رنگ کی سواری تھی حضرت جبرائیلؑ نے پیارے نبیؐ سے عرض کی کہ یہ سواری آپ کو بیت المقدس لے چلے گی وہاں سے اللہ کے حضور ساتویں آسمان تک پہنچائے گی۔ حضورؐ اس سواری جسے بُراق کہتے ہیں پر بیٹھے اور پلک جھپکتے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اسی رات بُراق آپ کو خانۂ کعبہ واپس لایا۔ اور آپ سے اجازت لے کر آسمان کی طرف روانہ ہو گیا۔

پیارے بچو! اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم کے پندرھویں پارہ میں آتا ہے دوسرے دن صبح نبیؐ نے جب یہ واقعہ قریش کے سرداروں کو خانہ کعبہ میں آکر بتایا تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور آپ کی ہنسی اڑانے لگے۔ ادھر حضرت ابوبکرؓ آپہنچے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو طعنہ دیا کہ دیکھو تمہارے نبیؐ کیا انہونی بات کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ بولے نبیؐ نے جو کہا ہے ٹھیک کہا ہے کافروں نے یہ جاننے کے لئے کہ نبیؐ بیت المقدس گئے ہیں یا نہیں آپ کا امتحان لینا شروع کر دیا انہیں یہ معلوم تھا کہ آپ بیت المقدس پہلے کبھی نہ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ سے بیت المقدس اور راستے کی بہت ساری تفصیلات پوچھیں۔ آپ نے ہر بات کا اس

کردیں۔ ہمارے نبیؐ نے اس پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے کہا کہ اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھدیں تب بھی میں اللہ کے دین سے نہیں پھروں گا۔ جب کوئی ترکیب نہ چلی تو کافروں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں سے بول چال اور ہر قسم کا لین دین بند کردیا۔

مجبوراً آپ کے چچا ابو طالب آپ، آپ کے ساتھیوں اور ان کے گھر والوں کو لے کر مکّہ کے قریب ایک گھاٹی میں چلے گئے۔ جہاں وہ سب تین سال کے طویل عرصہ تک رہے اس دوران مسلمانوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں یہاں تک کہ فاقہ کی نوبت آپہنچی بچّے دودھ نہ ملنے کی کی وجہ سے بلک بلک کر روتے تھے اِدھر رسول اور اس کے ساتھیوں سے بات چیت اور لین دین بند کرنے کے متعلق ایک معاہدہ تحریر کر کے قریش نے میرے قریب خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکادیا۔ اکثر میرا دل کرتا کہ میں اس معاہدے کو پھاڑ دوں مگر میں ایسا نہ کرسکا۔ ایک دن میں کیا دیکھتا ہوں کہ قریش کے کچھ سردار آپس میں بحث کر رہے ہیں ایک کہتا تھا دیکھو محمدؐ نے بغیر دیکھے بتادیا کہ اس معاہدے کو دیمک کھاگئی ہے مجھے تو وہ سچے لگتے ہیں کیونکہ ایسا ہی ہوا ہے ان پر جو پابندی ہم نے لگائی ہے وہ ختم کردینی چاہیئے آخر کار محمدؐ اور ان کے ساتھی ہم ہی میں سے ہیں۔

دوسرا کہنے لگا اگر ایسا کیا گیا تو پھر اسلام کو کوئی نہیں روک سکتا تین چار سردار آگے بڑھے معاہدہ کو کعبہ کے دروازے سے اتارا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ معاہدہ ختم ہے پابندی اُٹھ چکی ہے۔ بس کیا تھا مسلمانِ مکّہ دوبارہ واپس آگئے۔ نبیؐ کو کافی عرصہ کے بعد اپنے پاس پاکر میں بے حد خوش ہوا۔

مکّہ سے واپسی پر نبیؐ نے پھر تبلیغ شروع کردی مگر کافروں نے اپنی مخالفت جاری رکھی آپ مکّہ والوں سے مایوس ہو کر قریب کے شہر طائف گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو

طرح جواب دیا جیسے وہ ساری چیزیں اور مقامات آپ کی نظروں کے سامنے ہیں۔ کافر آپ کے جواب سُن کر سخت حیران ہوتے۔ کافروں کی حیرانی دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے خوشی سے چلّا کر کہا "اے نبیؐ آپ نے سچ کہا ہے، اے نبیؐ آپ نے سچ کہا ہے" اسی وجہ سے رسولؐ حضرت ابوبکرؓ کو صدّیق کہتے تھے۔ صدّیق کے معنی تصدیق کرنے والے کے ہیں۔

اس واقعہ سے متاثر ہو کر کئی اور لوگ رسول اکرمؐ پر ایمان لے آئے۔ اِدھر نبی اپنی تبلیغ جاری رکھے ہوئے تھے۔ اُدھر کافروں کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی انہیں خدشہ تھا کہ کہیں دینِ اسلام غالب نہ آجائے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی قریش کی دشمنی شدّت اختیار کرتی جا رہی تھی مجھے اطلاع ملی کہ نبیؐ کے حکم پر مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ میں نبیؐ کی سلامتی کے متعلق سخت پریشان رہتا کیوں کہ میرے قریب قریش کے بعض سردار اکثر آ کر بیٹھتے اور حضورؐ کو ختم کرنے کی باتیں کرتے۔

جب مجھے ایک دن یہ اطلاع ملی کہ قریش والوں نے نبیؐ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میری گھبراہٹ کی انتہا نہ رہی۔ میں اللہ سے ان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ چند دن بعد مجھے قریش کے سرداروں کی زبانی معلوم ہوا کہ نبیؐ اپنے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بخیریت مدینہ پہنچ گئے ہیں۔ مدینہ میں مسلمان ایک مضبوط جماعت بن گئے تھے ادھر قریش انہیں ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ پھر مجھے پتہ لگا کہ ہتھیاروں سے لیس ایک ہزار کافر مکّہ سے مدینہ پر حملہ کرنے گئے ہیں۔ جلد ہی قریش کی شکست کی خبر مجھ تک پہنچی میں خدا کا شکر بجا لایا۔

قریش عموماً خانہ کعبہ آتے اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے تیار کرتے۔ میں دل ہی دل میں کافروں کی بربادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کرتا رہتا۔ دن گزرتے گئے

اور خبریں آتی رہیں کہ مسلمانوں کی تعداد اور طاقت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور کافر ہر جگہ منہ کی کھا رہے ہیں۔

آخر کار چند سال بھی نہ گزرے تھے کہ میری زندگی کا نہ بھولنے والا وہ دن بھی آپہنچا جب نبیؐ دس ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مکّہ میں داخل ہوئے۔ کافر ہتھیار ڈال چکے تھے اور مکّہ اب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔

میں نے نبیؐ کو جوں ہی دیکھا میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اپنی چھڑی بتوں کی طرف کرتے اور فرماتے کہ "حق آ گیا، کفر بھاگ گیا۔ بیشک کفر بھاگنے ہی والا تھا۔" بُت ایک ایک کر کے گرتے گئے۔ مسلمانوں نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔

اس کے بعد پیارے نبیؐ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مجھے بوسہ دیا۔ آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ اسلام کی اس شاندار فتح اور خانۂ کعبہ کا بتوں سے پاک ہونا میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام تھا۔

پھر نبیؐ نے مکّہ کے کافروں کو بلایا وہی کافر جنہوں نے مسلمانوں پر ہر قسم کا ظلم ڈھایا تھا۔ آپ نے کافروں سے سوال کیا۔

"کیا تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟" کافروں نے جواب دیا۔ "آپ نیک سیرت ہیں۔ بلند اخلاق ہیں اور ایک شریف باپ کے بیٹے ہیں آپ ہمیں معاف کر دیں گے۔"

نبی نے فرمایا "جاؤ آج تم آزاد ہو" اس کمال درجہ کا رحم دیکھ کر سخت سے سخت دل کافر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ بس کیا تھا نہ صرف مکّہ کے لوگ

بلکہ دوسری آبادیوں کے لوگ گروہ در گروہ آتے اور آپ پر ایمان لے آتے۔

مجھے وہ وقت بھی خوب اچھی طرح یاد ہے جب نبیؐ آخری حج کے موقع پر مکہ معظمہ تشریف لائے آپ کے ساتھ ایک لاکھ مسلمان تھے۔ نبیؐ اور صحابہ کرام خانۂ کعبہ کا طواف کرتے اور مجھے بوسہ دیتے۔ میرا چہرہ اس دن خوشی سے دمک رہا تھا۔

اس کے بعد میں نے پھر نبیؐ کو نہیں دیکھا۔ چند سال بعد حضرت عمرؓ طواف کے دوران میرے قریب آئے اور مجھ سے فرمایا۔

"اے کالے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک بے جان پتھر ہے تو کسی کو کچھ نہیں دے سکتا مگر میں تیرا احترام اس لئے کرتا ہوں کہ میرے پیارے نبیؐ نے تجھے عقیدت سے بوسہ دیا تھا۔"

اس کے بعد حضرت عمرؓ جھکے، مجھ سے لپٹ گئے اور چومنے لگے۔ انکے آنسوؤں کی گرمی آج بھی مجھے محسوس ہو رہی ہے۔

پیارے بچو!

تم نے تو مجھے شاید نہیں دیکھا ہوگا مگر تمہارے امی ابو، "دادی، دادا" "نانی، نانا" نے مجھے ضرور دیکھا ہوگا۔ اور میرا بوسہ لیا ہوگا۔

ہر شخص جو خانۂ کعبہ جاتا ہے خواہ حج کرنے یا عمرہ کرنے یا نفلی طواف کی غرض سے، اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مجھے بوسہ دے۔ صرف اس لئے کہ پیارے نبیؐ نے مجھے بوسہ دیا ہے۔ سچ پوچھو تو میں دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب پتھر ہوں۔ نہ صرف انگنت مسلمان آج تک مجھے بوسہ دے چکے ہیں بلکہ پیارے نبیؐ نے کئی مرتبہ مجھے بوسہ دیا ہے۔

مجھے عام طور پر "حجرِ اسود" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ میرا نام نہ بھولیے گا۔ جب آپ بڑے ہوں گے تو انشاء اللہ آپ سے ضرور ملاقات ہوگی۔ اُس وقت تک کے لیے اجازت دیجئے۔

خدا حافظ!

رسولؐ کی اُونٹنی

میرا نام قصویٰ ہے میں ایک اونٹنی ہوں مجھے اور میرے ساتھیوں کو ریگستان کا جہاز کہا جاتا ہے۔ میں صحرا میں لمبا سفر کرنے کے باوجود نہ تھکتی ہوں اور نہ مجھے پیاس لگتی ہے۔

میں مکّہ میں رہا کرتی تھی یہ وہ زمانہ ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے واحد کی عبادت کی تبلیغ شروع کی۔ نبی کے دوست ابوبکرؓ میرے مالک تھے۔

جب کفارِ مکّہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا آپس میں معاہدہ کیا تو اللہ کے حکم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کر کے مدینہ جانے کا فیصلہ کیا۔ آپ دونوں کافروں سے چھُپ کر مکّہ سے روانہ ہوئے۔ مکّہ کے باہر مدینہ کے راستے میں ایک غار میں پناہ لی۔ اس غار کو غارِ ثور کہتے ہیں یہی وہ جگہ ہے جہاں پر مجھے اور میری ایک اونٹنی بہن کو لایا گیا۔ میری بہن مجھ سے زیادہ طاقت ور اور تیز چلنے والی تھی۔ غارِ ثور سے جب مدینہ کی طرف ہمارا سفر شروع ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر سوار ہوئے اور میری اونٹنی بہن پر ابوبکرؓ۔ یہ سفر طویل تھا لیکن نہ جانے کیوں نہ میں تھکی اور نہ گرمی نے مجھے پریشان کیا؟ میں یوں چل رہی تھی جیسے تازہ دم ہوں اور مجھے کوئی بوجھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ میں ایک

عظیم سفر پر ایک عظیم مہاجر کو اپنی پیٹھ پر بٹھائے لیئے جا رہی تھی۔

اس مبارک سفر میں، میں نے نبیؐ کے متعلق کئی عجیب و غریب واقعات دیکھے ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک کبوتری اور ایک مکڑی نے غار کے دروازے پر ایسا ڈیرہ جما لیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے غار میں کافی دن سے کوئی آیا ہی نہیں۔ اور پھر اسی وجہ سے مکّہ کے کافر جو نبیؐ کی تلاش میں غار کے دروازے تک پہنچ گئے تھے اس خیال سے واپس چلے گئے تھے کہ اس غار میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ دوسرا حیران کن واقعہ سراقہ بن مالک کا ہے جو اپنے گھوڑے پر پیچھا کرتے ہم تک آ پہنچا۔ مگر نبیؐ کی انگلیوں کا اشارہ ہوتے ہی اس کے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ اس کی التجا پر نبیؐ نے اشارہ کیا۔ گھوڑے کے پاؤں ریت سے نکل آئے۔ مگر جونہی دوبارہ وہ آگے بڑھا پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ اور تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اس مرتبہ بھی نبیؐ نے اس کو معاف کر دیا۔ اور اس کے بعد سُراقہ بن مالک واپس چلا گیا۔

تیسرا واقعہ ایک کمزور بکری کا ہے۔ جو سفر کے دوران ایک بستی میں نبیؐ کو پیش کی گئی۔ اس کی مالکہ ایک عورت تھی جس کا نام اُمِ مُعبدؓ تھا۔ اس بکری کے دودھ بالکل نہ تھا۔ مگر جب نبیؐ نے اپنا مبارک ہاتھ اس پر پھیرا تو اللہ کی قدرت سے اس میں اتنا دودھ آ گیا کہ سب نے سیر ہو کر پیا۔

چوتھی بات جس نے مجھے حیران کیا وہ یہ تھی کہ کہاں تو ہم مدینہ تک کا سفر گیارہ دن میں طے کیا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ یہ سفر صرف آٹھ دن میں طے ہو گیا۔ باوجود اس بات کے کہ بہت سے کافر ہماری تلاش میں تھے جن سے بچنے کے لئے ہم رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام کرتے میں سارے راستے یہ دعا کرتی رہی کہ ہمارا یہ سفر خیریت سے طے ہو۔

ہر وہ واقعہ جو راستے میں پیش آیا اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ رسولؐ ایک عظیم

ہستی ہیں اور یہ کہ اللہ اُن کے ساتھ ہے۔

مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب یثرب (جسے بعد میں مدینۃ النبیؐ کہنے لگا) کے کھجور کے درخت دور سے نظر آئے تو میرے دل میں ایک عجیب سی خوشی تھی۔ خوشی اس بات کی کہ رسول اللہ نے اپنے دشمنوں سے نجات پائی تھی۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ دیکھیں یثرب والے نبی صلعم کا کیسے استقبال کرتے ہیں؟ یثرب والوں کو پہلے ہی پتہ چل چکا تھا کہ نبی صلعم ہجرت کر کے ان کے شہر آرہے ہیں۔ جب ہم یثرب پہنچے تو کڑی دھوپ تھی۔ ایک شخص جو درخت پر چڑھا ہوا تھا چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ دیکھو وہ دیکھو تمہارا مہمان آ گیا۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے مبارک اور خوش آمدید کی آوازیں گونجنے لگیں اور نبی کا استقبال کرنے والے دل کی گہرائیوں سے اللہ اکبر، اللہ اکبر (اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے) پکار رہے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے تمام زمین استقبال کے جوش و خروش میں رقص کر رہی ہے اور سارا شہر رسولؐ کے استقبال کے لئے نکل آیا ہے۔ پھر ہم یثرب میں داخل ہوئے تو نبی صلعم مجھ پر سے اُترے اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ لوگ خوشی میں دف (ڈھول) بجا رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر نے اگرچہ نبیؐ کو پہلے نہ دیکھا تھا مگر وہ آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔

ایک عورت نے اپنی ہمسائی سے پوچھا کہ ان دونوں میں سے نبیؐ کون ہیں؟ تو دوسری نے بتایا کہ جو زمین پر بیٹھے ہیں وہ نبیؐ ہیں اور جنہوں نے اپنی چادر سے نبیؐ پر سایہ کیا ہوا ہے وہ ابو بکرؓ ہیں۔

لوگ آگے بڑھ بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے رہے تھے اور آپ سے درخواست کرتے تھے کہ ہمیں سچا راستہ دکھایئے۔ نبیؐ انہیں تلقین کرتے تھے کہ وہ اسلام

کی تبلیغ کریں۔ بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور صرف خدائے واحد کی جو سب سے عظیم تر ہے عبادت کریں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور مجھ پر سوار ہو گئے ہیں بڑی حیران ہوئی جب انہوں نے میری رسی کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ مدینہ کے لوگ ہمارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ مدینہ کے بچے بچیاں ایک نہایت ہی سریلا گیت گا رہے تھے۔ جس کے الفاظ یہ تھے :۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایما المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

ان ٹیلوں کے پیچھے سے جہاں ہم شہر سے جانے والوں کو الوداع کہتے ہیں ایک چاند ہم پر طلوع ہوا ہے۔ جس بات کی نبیؐ نے ہمیں دعوت دی ہے اس پر اللہ کا شکر کرنا ہم پر واجب ہو گا۔ اے اللہ کے رسول آپ وہ پیغام لے کر آئے ہیں جس کی ہم نے تعمیل کرنی ہے۔ اے نبیؐ آپ کی آمد سے ہمارے شہر (مدینہ) کی عزت بڑھ گئی ہے۔ خوش آمدید خوش آمدید اللہ کی طرف اے پیارے بلانے والے۔

دھیرے دھیرے یہ قافلہ مدینہ کی گلیوں سے گزرتا رہا اور میں اس کے درمیان خوشی سے جھومتی جھومتی آگے بڑھ رہی تھی۔ لوگوں کی آنکھوں سے مسرت چھلک رہی تھی اور ان کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے۔ ہر گھرانہ یہ چاہتا تھا کہ رسولؐ اس کے مہمان بنیں۔ لوگ چاہتے تھے کہ میری رسّی تھام لیں۔ اور اپنے گھروں کی طرف لے جائیں مگر پیارے نبیؐ ہر ایک سے یہی کہتے کہ میری رسّی نہ پکڑیں۔ میں وہیں بیٹھ جاؤں گی جہاں اللہ کا حکم ہو گا۔ اچانک ایک جگہ مجھے محسوس ہوا کہ میرے قدم بے جان ہو گئے ہیں اور مجھ میں آگے بڑھنے کی سکت نہیں۔ میں

وہیں پہ بیٹھ گئی۔ نبی صلعم مجھ پر سے اُترے اور آپ نے پوچھا کہ یہ جگہ کس کی ہے؟۔
لوگوں نے بتایا کہ اس زمین کے مالک دو یتیم بچّے ہیں۔ ان بچوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ نبیؐ تحفہ کے طور پہ یہ زمین قبول فرمالیں۔ لیکن پیارے نبیؐ کے حکم پر حضرت ابوبکرؓ نے اس کی قیمت ادا کی۔ اب اسی جگہ ٹھہرنے کا فیصلہ ہوا۔
مسلمانوں نے پیارے نبی کے ساتھ مل کر اسی جگہ مسجد بنائی اور اس کے ساتھ آپ کے رہنے کے لئے حجُرہ۔
میں نے یہ بھی دیکھا کہ نبیؐ نے مدینہ والوں کو انصار کا خطاب دیا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے مکّہ کے مہاجرین کی مدد کی تھی۔ اور ان کی مہمانداری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔
مدینہ والے مجھے بڑی عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہیں مجھ سے بڑی عقیدت تھی اس وجہ سے کہ اس عظیم سفر میں، میں سرکارِ دوعالمؐ کے ساتھ رہی۔ اور اللہ کے حکم پر چلی اور اللہ کے حکم سے اس جگہ قیام کیا جہاں آج مسجد نبوی ہے۔

حلیمہؓ کا گدھا

میں صدیوں پہلے عرب کے صحرا میں رہتا تھا۔ میری مالکہ کا نام حلیمہ سعدیہ تھا۔ اس وقت کے رسم و رواج کے مطابق عرب کے خوشحال گھرانے اپنے بچوں کو بدوی عورتوں کے گھر بھیج دیتے تھے تاکہ وہ ان بچوں کو دودھ پلائیں اور بچے آزاد فضا میں پلیں بڑھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بچوں کے لئے ڈبوں میں خشک دودھ نہیں ملتا تھا۔ حلیمہ سعدیہ ایسی ہی ایک بدوی خاتون تھیں جو بچوں کو دودھ پلایا کرتی تھیں ان کی مالی حالت اچھی نہ تھی وہ اپنے خاوند حارث کے ساتھ صحرا میں ایک خیمہ میں رہا کرتی تھیں ان کا کوئی گھر نہ تھا۔ جس علاقہ میں وہ رہتی تھیں وہاں بارش بہت کم ہوتی سبزہ نہ ہونے کے برابر تھا اور لوگ بڑے غریب تھے مناسب چارہ نہ ملنے کی وجہ سے میں بیچارہ گدھا خاصا لاغر اور کمزور تھا۔

ایک دن حلیمہ نے خیمہ کے باہر سے مجھے لیا۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میں اب دوسرے جانوروں کے ساتھ چراگاہ کی طرف لے جایا جاؤں گا جہاں مجھے سرسبز گھاس کھانے کو ملے گی۔ ہمارا قافلہ روانہ ہوا حلیمہ اپنے چھوٹے بچے سمیت مجھ پر سوار تھیں اور اس کا بچہ اس کی گود میں تھا۔ ہر وقت روتا رہتا۔ حلیمہ کا شوہر حارث ایک بوڑھی اونٹنی پر سوار تھا ہم صحرا سے گزر رہے

تھے ہوا سخت گرم تھی۔ کمزوری اور گرمی کی وجہ سے میں مشکل سے اپنے پاؤں اٹھا سکتا۔ تھوڑی دیر بعد تھکاوٹ بھی محسوس ہونے لگی اور یوں لگا کہ اب میں آگے نہ جا سکوں گا اور حلیمہ کا بچہ تھا جو چُپ ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔

حلیمہ نے سوچا کہ بچے کو دودھ پلا دے تو شاید چُپ ہو جائے لیکن حلیمہ کے پاس دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ حلیمہ کا شوہر بولا کہ تو کیوں دوسرا بچّہ دودھ پلانے کی غرض سے لانے کے لئے نکلی ہے؟ جبکہ تیرے پاس اپنے بچّے کو دودھ پلانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ حلیمہ نے جواب دیا کہ جب میں دوسرا بچّہ دودھ پلانے کے لئے لاؤں گی تو اس کے گھر والے ضرور کچھ نہ کچھ رقم دیں گے جس سے میں کھانے پینے کا سامان خریدوں گی اور جب میں پیٹ بھر کر کھاؤں گی تو میں اس قابل ہو سکوں گی کہ نہ صرف اپنے بچّہ کو بلکہ اس بچّہ کو بھی دُودھ پلا سکوں گی۔

پھر حلیمہ کہنے لگی کہ اب تو مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں ایسا بچّہ ملے جس کے گھر والے دولت مند ہوں اور جو خاصی رقم ہمیں دے دیں۔ اب مجھے یہ جاننے کی خواہش ہوئی کہ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ میں نے اپنی ساتھی اونٹنی سے پوچھا کہ تم میرے مقابلے میں صحرا کے راستوں کو خوب جانتی ہو بتلاؤ تو سہی کہ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ اونٹنی نے جواب دیا کہ ہم مکّہ جا رہے ہیں۔ مکّہ کا نام سنتے ہی میرے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ایسا لگا کہ مجھ میں چلنے کے لئے خوب طاقت آگئی ہے۔ اب کیا تھا کہ میں تیزی سے دوڑ رہا تھا ایسا کیوں ہوا یہ مجھے بھی نہیں معلوم۔ ہم مکّہ ان لوگوں سے پہلے پہنچ گئے جو ہم سے پہلے روانہ ہوئے تھے۔ حلیمہ نے میرا شکریہ ادا کیا اور بچّہ کی تلاش میں نکل گئی۔ کافی دیر بعد جب وہ واپس آئی تو تھکی ہاری تھی اور غمگین دکھائی دیتی تھی۔ میں نے اُسے اپنے خاوند سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ایسا لگتا ہے کہ ہم خالی ہاتھ ہی واپس جائیں گے اب تو بھوک اور تھکاوٹ بھی بڑھ گئی ہے۔ مجھے بیچاری حلیمہ پر اس لئے بہت ترس آیا

کہ کوئی بھی خوشحال گھرانہ اپنے بچّہ کو ایک کمزور اور لاغر عورت کے حوالے نہ کرنا چاہتا تھا۔
حلیمہ کی تمام ساتھی عورتوں کو بچے مِل گئے۔ صرف ایک یتیم بچّہ رہ گیا جسے حلیمہ کی کسی ساتھی عورت نے اس خوف کی وجہ سے نہ لیا تھا کہ ایک یتیم بچّہ کی طرف سے اسے کیا ملے گا؟

تھوڑی دیر بعد میں نے حلیمہ کو یہ کہتے سُنا کہ چلو خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے کہ میں اس یتیم بچّہ کو ہی لے چلوں وہ دوبارہ شہر کی طرف چلی اور تھوڑی دیر بعد اپنی گود میں ایک بچہ کو لئے ہوئے آ گئیں۔ ایک بے حد حسین جمیل بچّہ جیسے چودھویں کا چاند ہو۔ حارث بچّہ کی طرف بڑھا اور جب اس کی نظر بچّہ پر پڑی تو اس کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ اس نے اپنی بیوی حلیمہ سے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ اور اس کا کیا نام ہے؟

حلیمہ نے جواب دیا کہ اس کا نام محمّد ہے اور اس کے باپ کا نام عبدؔاللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب ہے اس کے دادا قریش کے سردار ہیں۔ اور یہ ابھی پیدا بھی نہ ہوتے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کی والدہ آمنہ کا قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق ہے۔ آمنہ کے والد ایک معزز عرب سردار تھے۔ جن کا نام وہب تھا یہ باتیں سُن کر حارث کی خوشی کی انتہا نہ رہی دونوں بچوں کے ساتھ حلیمہ مُجھ پر سوار ہو گئیں۔ حلیمہ کا بچّہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا اور خوش ہوتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت خوش نظر آ رہے تھے حارث بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور ہم روانہ ہو گئے۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں چل نہیں بلکہ تیزی سے دوڑ رہا ہوں۔ میں ان تمام جانوروں سے آگے نکل گیا جو ہمارے ساتھ مکّہ سے روانہ ہوئے تھے۔ پھر میں نے ان جانوروں کو بھی جا لیا جو ہم سے بہت پہلے مکّہ سے نکلے تھے۔ اپنے جسم میں میں نے ایک عجیب سی طاقت محسوس کی مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں نے کافی عرصہ کسی چراگاہ میں کھانے پینے میں وقت گزارا ہے۔ اور خوب سیر ہو چکا ہوں۔ حارث کی اونٹنی کی بھی کچھ ایسی

ہی حالت تھی وہ بے چاری تپلی کمزور ہونے کے باوجود ایسی تیز رفتاری سے چل رہی تھی کہ جیسے وہ اونٹنی نہ ہو بلکہ گھوڑا ہو۔ اب ہم حلیمہ اور حارث کے خیمہ تک پہنچ چکے تھے ہمارے خیمہ پر پہنچنا تھا کہ یوں لگا جیسے بے شمار خیر و برکتیں ہم پر نازل ہو رہی ہیں۔ ہمارا حال ہی بدل گیا۔ پہلے تو کئی مہینوں سے آسمان سے بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرا تھا اب کیا دیکھتے ہیں کہ بادل اکٹھے ہونے شروع ہوئے زور سے بارش ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین جل تھل ہو گئی۔ ہر طرف سبزہ اور گھاس نکلنے لگی۔ بھیڑ بکری، اونٹ ہیں اور میرے ساتھی جس طرف جاتے انہیں کثرت سے چارہ اور پانی ملتا۔ ہر چیز ہی بدل گئی، زمین، آسمان، فضا لوگ مویشی خیمے یوں لگتا تھا جیسے ہر چیز کا رنگ نکھر آیا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ محمدؐ ہمارے درمیان آ گئے تھے۔

جہاں تک حلیمہ کا تعلق ہے اُس کی خوش نصیبی کی انتہا نہ تھی پہلے تو یہ تھا کہ اس کے پاس اپنے بچہ کو پلانے کے لئے دودھ نہ تھا مگر اب یہ حال تھا کہ اپنے بچہ اور محمدؐ کو دودھ پلاتی وہ دونوں خوب سیر ہو جاتے۔ حلیمہ اور اس کے شوہر دونوں کی حالت ہی بدل گئی ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء کی کثرت ہو گئی۔

اکثر ایسا ہوتا کہ حلیمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مجھ پر سوار ہوتیں اور صحرا میں جاتیں۔ مجھے صحرا کی گرمی کا احساس تک نہ ہوتا۔ بلکہ یوں لگتا تھا جیسے کسی بادل نے ہم پر سایہ کر لیا ہے اور سورج کی گرمی سے ہم کو بچائے ہوئے ہے۔ یہ لمحے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر سوار ہو کر جاتے تھے مجھے بہت ہی مبارک لگتے تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دو سال ہو گئے تو آپ کا دودھ چھڑا لیا گیا۔ قاعدے کے مطابق اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی والدہ کو واپس کیا جانا تھا۔ حلیمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مجھ پر سوار ہوئی اور ہم مکہ کی طرف چلے۔

سارے راستے حلیمہ خاموش رہی اور ایسا لگتا تھا جیسے کسی گہری سوچ میں ہو، ہم مکہ میں داخل ہوئے اور محمدؐ کے گھر پہنچے حلیمہ میرے اوپر سے اتریں اور محمدؐ کو لے کر گھر میں داخل ہوئیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے گھر میں حلیمہ کو یہ کہتے سُنا! "اے آمنہ اس بچّہ کو میرے پاس کچھ اور عرصہ رہنے دو"۔ اس کی باتوں سے یہ لگ رہا تھا کہ وہ آمنہ کی منت کر رہی ہے۔ حلیمہ کا دل بھی بھر آیا تھا آخر کار آمنہ نے حلیمہ کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق محمدؐ کو اپنے ساتھ واپس لے جائے۔

اب ہم واپس لوٹے ایسا لگتا تھا جیسے میں خوشی سے ہواؤں میں تیر رہا ہوں جو مجھے بھاگتے دیکھتا اسے یقین نہ آتا کہ یہ رفتار ایک گدھے کی ہے جب ہم واپس گھر پہنچے تو حارث کی خوشی کی انتہا نہ رہی اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا کہ محمدؐ ہمارے ساتھ دوبارہ واپس آ گئے ہیں۔ محمدؐ پھر ہمارے ساتھ رہنے لگے۔ خیر و برکت کی بارشیں ہم پر ہوتی رہیں۔ ہماری خوشی بھی اور مسرت کی انتہا نہ تھی اس طرح دن اور مہینے گزرتے گئے۔ کہ ایک دن سیدہ حلیمہ کا بیٹا دوڑتا ہوا آیا اور رو کر کہنے لگا کہ دو شخص جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے آئے اور میرے بھائی محمدؐ کو پکڑ کر لے گئے۔ حارث زور سے چلایا ہائے غضب ان دونوں نے انہیں پکڑ لیا ارے محمدؐ تو ہمارے پاس امانت ہے۔ اب ہم کیا جواب دیں گے؟ حلیمہ اور اس کا شوہر حارث دوڑ کر محمدؐ کی تلاش میں باہر بھاگے۔ میں بھی پیچھے پیچھے نکلا کہ دیکھوں کیا ماجرہ ہے؟ ہم نے محمدؐ کو صحرا میں کھڑے پایا۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب نور تھا۔

باوجود اس کے کہ محمدؐ بالکل صحیح وسلامت تھے۔ حلیمہ اور اس کا شوہر حارث بہت ڈر گئے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ محمدؐ کو ان کی والدہ کو واپس کر دیں اس ڈر سے کہ کہیں ان کو کچھ ہو نہ جائے۔

اب ہم دوبارہ "مکہ گئے" اور محمدؐ کو دوبارہ ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آئے۔ ہم تو محمدؐ کو مکّہ چھوڑ آئے لیکن اپنے پیچھے محمدؐ ہمارے لئے تمام خیر و برکتیں چھوڑ گئے۔ خوب بارش ہوئی ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا ہمارے لئے کھانے پینے کو کثرت سے تھا اور ہم سب خوش و خرم تھے لیکن بعد میں جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ دو انسان نہیں بلکہ فرشتے تھے جو اللہ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو غسل دے کر پاک کرنے آئے تھے میں بہت ہی خوش ہوا۔ دراصل یہ فرشتے آپؐ کو رسالت کی ذمہ داری کے لئے تیار کرنے آئے تھے۔ پیارے نبیؐ پر لاکھوں درود و سلام ہوں۔

ابرہہ کا ہاتھی

میں، ایک بڑے ڈیل ڈول کا ہاتھی ہوں۔ میری سونڈ لمبی ہے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میرا کسی جنگل یا چڑیا گھر سے تعلق ہے۔ میں اپنی عجیب وغریب کہانی آپ کو سناتا ہوں امید ہے آپ اِسے شوق سے سُنیں گے۔

میری کہانی حبشہ (افریقہ کے ایک ملک) سے شروع ہوتی ہے۔ جس کے جنگلوں کے اونچے اونچے درختوں کے درمیان، میں آزاد پھرا کرتا تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ اچانک کچھ لوگوں نے مجھے رسّوں میں جکڑ لیا اور شہر لے جاکر مجھے بادشاہ کے لشکر میں شامل کر دیا۔ لوگ میرا ڈیل ڈول دیکھ کر خوف کھاتے تھے اور جب میں چلتا تھا تو میرے قدموں کی آواز سے کانپ اٹھتے تھے۔ کیونکہ جدھر جو چیز میرے راستے میں آتی تھی روندی جاتی تھی۔ یہ میری ہی طاقت تھی اور میرا ہی رعب اور دبدبہ تھا جس کی بنا پر حبشہ والوں نے یمن (جنوبی عرب) پر قبضہ کر لیا۔ میرے مالک کا نام ابرہہ تھا۔ اس نے مجھے اپنا خاص ہاتھی بنا لیا۔ اگرچہ اس کے لشکر کے تمام ہاتھی ایک بڑی عبادت گاہ کی تعمیر کے لئے پتھر اور لکڑیاں لے جانے پر معمور تھے مگر نہ جانے کیوں ابرہہ نے اس کام پر مجھے نہ لگایا۔

ابرہہ مکہ میں موجود خانہ کعبہ سے زیادہ بڑی سطح پر یہ عبادت گاہ بنا رہا تھا۔ تاکہ لوگ کعبہ کے بجائے اس کا طواف کریں۔ ابرہہ نے اس نئی عبادت گاہ پر سونے کے نقش نگار بنوائے تاکہ لوگ اس کی چمک دمک سے اس کی طرف کھنچے چلے آئیں اور بجائے خانہ کعبہ کے اس کا حج کریں۔

ابرہہ حبشی تھا اس کی زبان عربی نہ تھی وہ عرب کے لوگوں سے حسد کرتا تھا۔ اسے اپنے علاقے، اپنی حکومت اور اپنی طاقت پر ناز تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اُس کے رعب اور دبدبے کی وجہ سے عرب کے بیشمار قبائل جو اس کی طاقت میں اُس کے برابر نہ تھے اس کی طرف رُخ کریں گے مگر ایسا نہ ہوا۔ لوگ پہلے کی طرح خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کو جاتے رہے اور جو خواب اُس نے دیکھا تھا پورا نہ ہوا۔ ابرہہ کو اپنی اس ناکامی کا شدید رنج ہوا۔ اور اسے بے حد طیش آیا۔ اُس نے ارادہ کرلیا کہ وہ خانہ کعبہ کو گرا دے گا۔ اس کا خیال تھا کہ خانہ کعبہ کا وجود نہ رہے گا تو لوگ خود بخود سونے سے بنی ہوئی اس نئی عبادت گاہ کی طرف آنا شروع کردیں گے اس لئے ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اس لشکر میں میں بھی شامل تھا۔ اور ظاہر ہے کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق لشکر کے آگے آگے اپنے سوار ابرہہ کو لے کر چل رہا تھا۔ اور ابرہہ یہ چاہتا تھا کہ میں اُسے خانہ کعبہ تک لے جاؤں اور اپنے بھاری جسم سے خانہ کعبہ کو ڈھا دوں۔ جیسا کہ میں اس سے قبل ابرہہ کے دشمنوں کے بے شمار گھروں کو ڈھا چکا تھا۔ لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ اس مرتبہ نہ جانے کیوں میرا دل ایسا کام کرنے کو نہ چاہتا تھا لیکن یہ بات بھی میرے بس میں نہ تھی کہ میں ان سے علیحدہ ہو جاؤں کیونکہ میں ابرہہ کے لشکر میں گھرا ہوا تھا اور آگے آگے چل رہا تھا۔

راستے میں لشکر والے مکّہ اور مکّہ والوں کی باتیں کر رہے تھے اور خانۂ کعبہ کے متعلق کہانیاں سُنا رہے تھے۔ ان ہی لشکریوں کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ایک نبی حضرت ابراہیمؑ تھے جنھوں نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ اللہ کے حکم پر اس کو تعمیر کیا تھا۔ یہ دنیا میں اللہ کا پہلا گھر تھا۔ حضرت ابراہیمؑ بہت فضیلت والے پیغمبر تھے۔ ان کی نسبت کئی ان ہونی باتیں میں نے سُنیں۔ مثال کے طور پر یہ کہ ان کی قوم نے اُن کو اس لئے آگ میں ڈال دیا تھا کہ وہ ان کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور بتوں کی عبادت سے روکتے تھے مگر ایسا ہوا کہ اللہ کے حکم سے آگ نے آپ پر کوئی اثر نہ کیا اور آپ زندہ سلامت آگ سے نکل آئے۔ یہ باتیں سُن کر یقین ہوگیا کہ کعبہ بھی نہایت بزرگی والی جگہ ہے۔ مجھے لشکریوں کی زبانی یہ بھی پتا چلا کہ یہ کعبہ امن کا گھر ہے جو اس میں داخل ہوا اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس گھر میں بے شمار کبوتر آکر بسیرا کرتے ہیں۔ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں مگر نہ کوئی ان کے قریب جاتا ہے نہ اُن کو نقصان پہنچاتا ہے۔ لوگ اس گھر کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اس میں عبادت کرتے ہیں اور انھیں اس سے بہت محبت ہے۔

راستے میں مجھے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مکہ والے میری آمد کی خبر سُن کر بہت ڈر گئے ہیں کیونکہ انھیں پتہ ہے کہ میرے سامنے جو چیز آئے گی روندی جائے گی۔

اب ہمارے اور خانۂ کعبہ کے درمیان صرف ایک رات کی مسافت رہ گئی تھی اس کے بعد نہ کعبہ ہوتا اور نہ مکّہ اور مکّہ کی ہر چیز تباہ و برباد ہوجاتی۔ مکّہ والوں کے پاس کوئی لشکر نہ تھا جو ہمارا راستہ روک سکتا۔ اس لئے کعبہ اور مکّہ کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی لشکر میں موجود ہر شخص میری طرف فخر سے دیکھتا اور یہ کہتا "اے بہادر ہاتھی آگے بڑھتا

جا۔ اے ابرہہ کے ہاتھی تیز تیز چل تاکہ ہم جلد مکّہ پہنچیں اور کعبہ کو ڈھادیں"۔

مکّہ کے باہر ہمارے لشکر نے مکّہ والوں کے بہت سے اونٹ پکڑ لیئے۔ ابھی ہم مکّہ میں داخل نہ ہوتے تھے کہ مکّہ کے سردار عبدالمطلب، میرے سردار ابرہہ کے پاس آئے اور اُن سے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے کہا حیرت کی بات ہے کہ تمہیں اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ مگر اس گھر کی کوئی پرواہ نہیں جس کی وجہ سے تم لوگوں کو دنیا میں اتنی عزت ملی ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا اونٹ میرے ہیں اور گھر اللہ کا ہے وہ اپنے گھر کو خود بچائے گا۔

عجیب بات ہے کہ جب عبدالمطلب کا یہ جواب میں نے سُنا تو میرا جسم کانپنے لگا۔ میں نے ایک شدید تھکاوٹ محسوس کی۔ ایسا لگا کہ میرے قدم آگے نہیں بڑھنے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ سب ہی کا یہی حال ہے۔ لشکر کے دوسرے ہاتھی گھوڑے اونٹ اور تمام لشکری اسی کیفیت میں ہیں۔ ہر ایک اپنی جگہ پر گُم صُم کھڑا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر ایک کے پاؤں زمین میں دھنس گئے ہیں۔ کسی ایک میں بھی کعبہ کی طرف قدم بڑھانے کی سکت نہ رہی تھی۔

میرا سردار ابرہہ بھی اس صورتِ حال سے بہت گھبرا گیا۔ مگر اس نے پھر بھی یہ کوشش کی کہ میں کسی طرح آگے بڑھوں اس نے مجھے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے آگے چلنے کیلئے دھکا دلوایا۔ حتیٰ کہ جلتی ہوئی لکڑی میرے جسم پر لگائی۔ لیکن جوں ہی میرا رُخ کعبہ کی طرف ہوتا میں بالکل ساکت ہو جاتا۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میرے ساتھ کچھ بھی ہو نہ اب میں آگے بڑھوں گا اور نہ خانہ کعبہ کو نقصان پہنچاؤں گا۔ اِدھر ابرہہ یہ پکا ارادہ کر چکا تھا کہ جب تک میں خانۂ کعبہ کو تباہ نہ کر دوں اور مکّہ والوں کو بھگا نہ دوں وہ واپس

نہ لوٹے گا۔

اچانک ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ بے شمار چھوٹے چھوٹے پرندے ہمارے اوپر آگئے اور آسمان ہم سے چھُپ گیا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں ایک ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہوں۔ اسی لمحے مجھے لشکریوں کی چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں وہ کہہ رہے تھے ارے یہ تو ابابیلیں ہیں جو ہم پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں پھینک رہی ہیں جسے کنکری لگتی وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار ہاتھی، گھوڑے، اونٹ اور لشکری گرنے لگے۔ جسے یہ کنکری لگی وہ نہ بچا۔ میں یہ منظر دیکھ کر بہت ہی خوف زدہ ہوا۔ زندگی میں، میں نے ایسا ہولناک منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ یکایک ایک نور زمین و آسمان کے درمیان پھیلتا جا رہا ہے اور اس نور نے خانۂ کعبہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

آناً فاناً ابرہہ کا لشکر تباہ ہو گیا۔ مجھے دور سے عبدالمطلب سردارِ مکہ نظر آتے جنھیں مکہ والے مبارک باد دے رہے تھے خانۂ کعبہ اپنی جگہ پر صحیح و سالم موجود تھا۔ اور جو لشکر اسے مٹانے آیا تھا خود ہی مٹ گیا۔

میں نے عبدالمطلب کو اپنے ساتھیوں سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اُنھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک چاندی کی زنجیر ہے جو اُن کی پشت سے ظاہر ہوئی اُس کا ایک سرا زمین پر اور دوسرا آسمان پر تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایسا محسوس ہوا کہ اس زنجیر نے درخت کی شکل اختیار کر لی ہے جس کے تمام پتّے نور کے ہیں اور ہر پتّے سے انسان چمٹے ہوتے ہیں۔ کچھ بوڑھوں نے عبدالمطلب کے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ" ان کے بیٹے عبداللہ کو اللہ تعالیٰ ایک ایسا فرزند عطا کرے گا جس کے ماننے والے دنیا کے

کونے کونے میں پھیلے ہوتے ہوں گے۔

اس تعبیر پر اہلِ مکہ عبدالمطلب کو مبارک باد دے رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ کے گھر آنے والے بچہ کا آپ کیا نام رکھیں گے؟ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں اس کا نام محمدؐ رکھوں گا تاکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق ان کی خوبیاں بیان کرتی رہے۔

مجھ عظیم ہاتھی کی کہانی کا انجام یہ تھا کہ میرے ساتھ ابرہہ اور اس کا زبردست لشکر سب ہی مر مٹ گئے اور ہمارے مٹنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس دنیا میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مکہ بھی باقی ہے اور اللہ کا گھر بھی اور تاقیامت اسی طرح قائم و دائم رہے گا۔ دنیا میں مسلمان جہاں کہیں ہوں اس کی طرف دن میں پانچ مرتبہ منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ لاکھوں مسلمان حج کے لئے یہاں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اللہ نے ان کی چال کو ناکام نہیں کر دیا؟ ان کے اوپر اللہ نے ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے جو ان پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں برسا رہے تھے اور انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا"

انگور کا گچھا

میں انگور کا ایک گچھا تھا جو ایک بیل سے طائف کے ایک مقام پر لٹکا ہوا تھا اس بیل کا مالک ایک شخص تھا جس کا نام عتبہ بن ربیعہ تھا۔ شیبہ اس کا بھائی تھا۔

ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے قبیلے بنی ثقیف کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ اس خاموشی سے آئے کہ کسی کو ان کی آمد کا علم نہ ہوا۔ وہ دراصل بنو ثقیف کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے آئے تھے۔

ہمارے نبیؐ کا خیال تھا کہ ثقیف قریش کی نسبت کم تعصّب والے ہوں گے اور زیادہ ذی عقل ہوں گے۔

جب میں وجود میں آیا میری شکل کچے دانوں کی طرح تھی۔ اس وقت سے مکّہ کی جانب سے آنے والے راہ گیروں سے جو میری بیل کی چھاؤں میں آرام کی خاطر بیٹھا کرتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی باتیں چلی آئی تھیں۔ ان ہی لوگوں کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ عورتوں میں سب سے پہلے آپؐ کی زوجہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ آپؐ کے چچا زاد

بھائی آپؐ پر ایمان لاتے تھے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جو لوگ آپؐ پر ایمان لائے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے اور قریش کے زیادہ لوگ آپؐ کو جھٹلا رہے ہیں اور آپؐ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آپؐ کا راستہ روکتے ہیں آپ کو تخت و تاج اور مال و دولت کا لالچ دے کر دعوتِ اسلام سے روکنا چاہتے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپؐ ان بتوں کے خلاف تبلیغ کرنا چھوڑ دیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ ایک دن میں نے ایک مسافر سے جو میری بیل کے سائے تلے بیٹھا تھا سنا کہ جب قریش کے سردار آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ آپ کے پاس یہ مطالبہ لے کر گئے کہ آپؐ جتنا چاہیں مال و دولت لے لیں مگر اسلام کی دعوت دینا چھوڑ دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ "اے میرے چچا اگر اہلِ قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں کہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ سے باز آ جاؤں پھر بھی ایسا نہ کروں گا۔ حتیٰ کہ دینِ اسلام ہر چیز پر غالب آ جاتے اور اسلام کے خلاف تمام قوتیں ختم ہو جائیں"۔

اسی طرح ایک دن اپنی بیل کے مالک عُتبہ کی زبانی بھی میں نے سُنا کہ قریش نے اس کے ذریعے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھجوایا کہ قریش اس بات پر تیار ہیں کہ وہ آپؐ کو اتنا مال و دولت دیں کہ آپؐ سب سے زیادہ دولت مند ہو جائیں، آپؐ کو سردار مان لیں اور صرف آپؐ ہی کی رائے پر عمل کریں، آپؐ کو بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھا دیں اور اگر یہ سب کچھ بیماری ہے (یعنی وحی کا آنا) تو وہ بڑے سے بڑے حکیم سے آپؐ کا علاج کرائیں گے۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے عتبہ کی باتوں کو بڑے تحمل سے سُنا اور پھر جواب میں قرآن کریم کی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے

"اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا ایک انساں ہوں ماسوائے
اس کے کہ مجھ پر اس خدائے واحد کی طرف سے جو تمھارا اور میرا رب
ہے وحی کی صورت میں پیغام آتا ہے"۔

عتبہ رسولِ اکرمؐ کا یہ جواب سن کر اہلِ قریش کی طرف واپس ہوا اور ان سے کہا کہ میں نے رسولِ اکرمؐ سے ایسا کلام سُنا ہے جو نہ شاعری ہے نہ جادو۔ اس نے قریش کو یہ مشورہ دیا کہ وہ رسولِ اکرمؐ کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اس کا کہنا تھا کہ محمدؐ قریش کے درمیان بچپن سے ہیں ان کا اخلاق بہت بلند ہے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ امانت کا پاس رکھتے ہیں اور جب وہ قریش کے پاس دین کا پیغام لے کر آئے تو انھیں جھٹلایا گیا۔ جادوگر کہا گیا۔

قریش کا مال اور حکومت کا لالچ دینا بھی رسولِ اکرمؐ پر کوئی اثر نہ کر سکا۔ وہ برابر ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔ اُدھر آپؐ اور آپؐ پر ایمان لانے والوں پر اور زیادہ سختیاں کرنے لگے۔ جب قریشِ مکہ کی تمام چالیں ناکام ہوگئیں تو انھوں نے آپؐ اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کے ساتھ مکمل طور پر بات چیت اور لین دین ختم کر دیا اور کعبہ کے دروازے پر ایک تحریر لٹکا دی جس میں قریش کا یہ فیصلہ درج تھا کہ:

۱۔ مسلمانوں سے نہ کوئی ملے جُلے اور نہ کوئی بات کرے۔

۲۔ مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کی خرید و فروخت بند کر دی جائے۔

۳۔ مسلمانوں کے ہاں کوئی رشتہ نہ کیا جائے اور مسلمانوں سے ہر قسم کا لین دین

اور تعلق ختم کر دیا جائے۔
قریش کے اس فیصلہ کے بعد رسولِ اکرمؐ اور ان کے چچا ابو طالب دیگر اہلِ خانہ کے ساتھ ایک گھاٹی میں چلے گئے جہاں پر انھوں نے بڑی تکالیف میں گر بہت صبر و شکر کے ساتھ تین سال گزارے۔ حضرت خدیجہؓ نے خاص طور پر اپنی تمام دولت مسلمانوں پر خرچ کر دی۔ مسلمانوں کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ بچے دودھ نہ ملنے کی وجہ سے بلک بلک کر روتے اور مسلمان درختوں کے پتے وغیرہ چبا کر بھوک کو مارتے تھے۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ رسولِ اکرمؐ کو خبر دی کہ دیمک نے قریش کے فیصلہ کے اس حصّے کو چاٹ لیا ہے جس میں مسلمانوں سے مکمل طور پر قطع تعلق کے لئے کہا گیا تھا۔ رسول اکرمؐ نے اپنے چچا ابو طالب کو یہ بات بتائی۔ جنھوں نے قریش کے سرداروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرے بھتیجے جس نے آج تک جھوٹ نہیں بولا نے مجھے یہ اطلاع دی ہے اگر میرا بھتیجا سچّا ہے تو تم لوگ ظلم کرنے سے باز آجاؤ اگر وہ جھوٹا ہے تو میں اسے تمھارے سپرد کر دوں گا۔ پھر تمھیں اختیار ہے کہ جو چاہو سو اس کے ساتھ سلوک کرو۔ قریش کے سرداروں نے خانۂ کعبہ میں لٹکی ہوئی تحریر کو کھول کر دیکھا تو واقعی اس کے اسُ حصّہ کو دیمک چاٹ گئی تھی جس میں مسلمانوں سے مکمل قطع تعلق کا ذکر تھا۔ قریش کو رسولِ اکرمؐ کی سچائی کا اس لئے زیادہ یقین ہوا کہ رسولِ اکرمؐ تین سال سے اس گھاٹی میں مقیم تھے اور خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوئے تھے۔
آخر کار قریش کے پانچ بڑے سرداروں نے اعلان کیا کہ اس فیصلہ کو نہیں مانتے انھوں نے اس دستاویز کو پھاڑ دیا اور مسلمانوں کا بائیکاٹ ختم ہو گیا۔ لیکن کافر

رسولِ اکرمؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو تکلیف پہنچانے سے باز نہ آتے۔ دراصل آپؐ کے چچا ابو طالب اور زوجہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد انھوں نے مسلمانوں پر اور ظلم کرنا شروع کر دیا مثلاً ایک دفعہ کسی کافر نے جب رسولِ اکرمؐ سجدہ کی حالت میں تھے آپؐ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی اور اس ناپاک کام پر وہ اور اس کے ساتھی خوب ہنسے۔ ایک دفعہ ایک کافر نے آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپؐ کا دم گھٹنے لگا۔

یہ اور اس کے علاوہ دیگر خبریں مجھ تک ان لوگوں کی زبانی پہنچتی رہیں جو مکّہ سے واپسی پر میری بیل کے سائے میں آرام کرنے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

ان تکلیف دہ خبروں سے مجھے بہت رنج ہوتا اور میں دل ہی دل میں تمنا کرتا کہ کاش میں اپنی زندگی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں۔ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں کافر مجھے توڑ کر نہ لے جائیں اور پھر مجھ سے شراب نکال کر نہ پئیں اور مدہوشی کے عالم میں مسلمانوں پر اور ظلم نہ کریں۔ میں ہر وقت رسولِ اکرمؐ سے ملاقات کی تمنا اپنے دل میں رکھتا تھا۔ آخر کار اللہ نے میری خواہش کو حقیقت بنا دیا جب رسولِ اکرمؐ خود ہی میرے پاس تشریف لے آئے۔ رسولِ اکرمؐ کو دیکھ کر مجھے جتنی خوشی ہوئی اتنا ہی مجھے آپؐ کا حال دیکھ کر رنج ہوا۔ قریب تھا کہ میں چیخ چیخ کر رونے لگتا۔

بات یوں ہوئی کہ رسولِ اکرمؐ طائف کے قبیلہ ثقیف کے سرداروں کے پاس گئے اور انھیں دعوت دی کہ وہ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کی کتاب پر ایمان لے آئیں۔ انھوں نے نہ صرف ایمان لانے سے انکار کیا بلکہ آپؐ کو بُرا بھلا کہا اور جب آپؐ واپس ہو رہے تھے تو آپؐ کے پیچھے ناسمجھ بچّے اور کچھ احمق لوگوں کو لگا دیا جو آپؐ کو

گالیاں دے رہے تھے آپؐ کا مذاق اُڑا رہے تھے آپ کو پتھروں سے مارتے اور جب آپؐ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو وہ آپؐ کا راستہ روک لیتے۔

آخر کار آپؐ ان اوباشوں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ آپؐ کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ آپؐ سخت تھکے ماندے تھے۔ آپؐ آرام کے لئے اس بیل کے سائے تلے بیٹھے جس پر میں لٹکا ہوا تھا۔

مَیں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سُنا:۔

"اے میرے خُدا! میں اپنی کمزوری، کم سامانی اور کم تدبیری کی تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں۔ اے میرا خدا، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے تو ہی کمزوروں کا پروردگار ہے تو مجھے جس کے چاہے سپُرد کر دے۔ اگر تیرا غضب مجھ پر نازل نہ ہو تو پھر مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں۔ تو ہی کریم ہے۔ میں تجھ سے صرف تیری رضا کا طالب ہوں"

عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ قریب ہی بیٹھے رسولِ اکرمؐ کی یہ دعا سُن رہے تھے اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ عتبہ کا غلام جس کا نام عداس تھا اپنے مالک کے حکم سے آگے بڑھا۔ بیل سے مجھے توڑا اور ایک طباق میں مجھے رکھ کر رسولِ اکرمؐ کو جا کر پیش کر دیا۔ میں بے حد خوش ہوا۔ خاص طور پر اس وقت جب رسولِ اکرمؐ نے بِسمِ اللّٰہ کہہ کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ رسولِ اکرم کی زبان سے بِسمِ اللّٰہ سُن کر عداس حیران ہو کر کہنے لگا کہ ایسا کلمہ اس نے پہلے کسی سے نہیں سُنا۔ شہر طائف والے ایسا کلمہ نہیں بولتے۔ ہمارے پیارے نبیؐ نے عداس سے پوچھا کہ وہ کس شہر کا رہنے والا ہے۔

عداس نے جواب دیا کہ میں نینوا (عراق) کا رہنے والا ہوں۔ رسولِ اکرمؐ نے کہا کہ اس شہر سے جس سے ایک بہت بزرگ ہستی یونسؑ بن متیٰ کا تعلق تھا۔ عداس نے پوچھا آپؐ کو یونس بن متیٰ علیہ السلام کا کیسے علم ہوا؟ ہمارے پیارے نبیؐ نے جواب دیا کہ وہ بھی نبیؑ تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ بس یہ سنتے ہی عداس ادب کے طور پر آپؐ کے آگے جھکا اور آپؐ کے سر مبارک اور ہاتھوں کو بوسہ دینا شروع کر دیا۔

عداس زور زور سے کہہ رہا تھا کہ ہاں آپ نبیؐ ہیں۔ نبی کے علاوہ اللہ کے راستے میں کوئی اور شخص اتنی تکلیفیں برداشت نہیں کرتا۔

جب عداس یہ سب کہہ رہا تھا میرے دانے پیارے نبیؐ کی انگلیوں کے درمیان خوشی سے ناچ رہے تھے۔

میں دنیا کی تاریخ کا سب سے خوش نصیب انگوروں کا خوشا ہوں۔ کیونکہ میں پیارے نبیؐ کی خوراک اس وقت بنا جب آپؐ بہت تکلیف میں تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے عداس کو آپؐ پر ایمان لاتے دیکھا۔

البراق

چودہ سو سال پہلے کی بات ہے جب نہ راکٹ تھے اور نہ مصنوعی سیارے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ کام لیا جو نہ راکٹ، نہ مصنوعی سیارہ اور نہ کوئی اور تیز رفتار جہاز کر سکتا ہے۔

میں براق ہوں۔ میرے متعلق عجیب و غریب باتیں آپ نے سُنی ہوں گی۔ میری شکل و صورت اور اوصاف کے متعلق مختلف لوگوں کا مختلف خیال ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ میں اللہ کی مخلوق ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا وہ ہر چیز سے پاک ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

میری کہانی کچھ اس طرح ہے کہ رسولِ اکرمؐ مجھ پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر کو گئے اور اس سفر میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے اور ایسی باتیں ہوئیں جو انسان کی سوچ سے بالاتر ہیں۔ مگر جو کچھ بھی ہوا وہ سراسر حقیقت تھی

یہ بات اُس وقت کی ہے جب وحی کو نازل ہوئے ابھی بارہ سال ہوئے تھے اور ان سالوں میں رسولِ اکرمؐ پر کفار نے بہت سختیاں کیں۔ اسی دوران آپؐ کے چچا ابو طالب اور آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ انتقال فرما گئیں اور آپؐ کے حکم پر بہت سے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور اُن ہی دنوں آپؐ طائف کے سفر سے لوٹے

جس میں آپؐ کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ مگر ان سب حالات کے باوجود پیارے نبیؐ دین کی دعوت دیتے رہتے اور اللہ کی مدد طلب کرتے رہے اور ہر حال میں صبر و شکر پر قائم رہے۔

میری کہانی اس واقعہ کے متعلق ہے جب میرے ساتھ رسولِ اکرمؐ کا اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بات ستائیس رجب کی رات کی ہے۔ اس رات حضرت جبرئیلؑ رسولِ اکرمؐ کے گھر گئے اور انھیں خانہ کعبہ لے کر آ گئے۔ میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ خانہ کعبہ میں حضرت جبرئیلؑ نے پیارے رسولؐ کے قلب کو زم زم کے پانی سے غسل دیا اور اللہ کے حکم سے آپؐ کے قلب میں حکمت و ایمان بھر دیا۔

پھر حضرت جبرئیلؑ نے پیارے نبی کو مجھ پر سوار کرایا۔ پھر ہم اور جبرئیل برق رفتاری سے بیت المقدس پہنچ گئے۔ راستے میں مکہ سے کچھ دور ہمیں ایک قافلہ ملا جن کی اونٹنی ان سے علیحدہ ہو گئی تھی۔ پیارے نبیؐ نے قافلہ والوں کو وہ جگہ بتا دی جہاں پر اونٹنی موجود تھی۔ پھر ہمارا گزر دوسرے قافلہ پر ہوا جن کے اونٹ بدک رہے تھے جن میں سے ایک اونٹ کی پنڈلی ٹوٹ گئی تھی۔ ایک اور قافلہ ملا جس کے آگے آگے ایک اونٹ چل رہا تھا۔ جس پر دو کالی چادریں پڑی تھیں۔ رات میں ہمیں بہت سی چیزیں نظر آئیں جن کے متعلق پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتے تھے اور حضرت جبرائیلؑ جواب دیتے جاتے تھے۔

راستے میں ایک دوشیزہ ملی جو نہایت حسین و جمیل تھی اور بہت خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ اس نے پیارے نبیؐ کو دیکھتے ہی اپنی طرف بلایا لیکن ہمارے پیارے نبیؐ نے کوئی توجہ نہ کی۔ جبرئیلؑ نے کہا اے نبیؐ یہ دراصل دنیا ہے جسے آپؐ کے لئے آراستہ

کیا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کوئی غرض نہیں اور جب ہم یثرب پہنچے تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ شہر ہے جہاں آپ ہجرت کر کے آئیں گے۔ جس کا نام مدینہ منورہ ہو جائے گا اور اس شہر میں آپ وفات پائیں گے۔

ہم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو فصل اُگاتے تھے اور کاٹتے تھے۔ وہ جیسے ہی پہلی فصل کاٹ پاتے دوسری فصل کاٹنے کے لئے نکل آتی تھی۔ پیارے نبیؐ نے جبرئیلؑ سے سوال کیا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا دراصل یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں جن کی ہر نیکی سات سو گنا بڑھ رہی ہے۔ اس کے بعد ہم نے بے نمازی اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا۔

ایک وقت ہوا کا ایک جھونکا آیا جس کے ساتھ عطر کی مانند خوشبو فضا میں پھیل گئی اس کے بعد ہم نے ایک اور آواز سُنی جس کے متعلق پیارے نبیؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ یہ جنّت بول رہی ہے۔ کہتی ہے؛

"اے ہمارے رب مجھے وہ نعمتیں عطا کر جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے (صالح لوگ) کیونکہ ہمارے پاس وسیع عمارتیں ہیں۔ جن میں طرح طرح کی آسائشیں ہیں۔ مثلاً ریشم کے کپڑے ہیں۔ سونے اور چاندی کے برتن ہیں۔ دودھ، شہد اور پانی کی پاک شفاف نہریں ہیں۔ پس اے میرے رب اب مجھے اپنے برگزیدہ بندوں سے بھر دے۔ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔"

پھر ہمارا گزر ایک دوسری وادی سے ہوا جہاں ہمیں بہت ہی ناگوار آواز سنائی دی۔ پیارے نبیؐ کے سوال پر حضرت جبرئیل نے کہا کہ یہ دوزخ کی آواز ہے۔ یہ کہہ رہی

ہے کہ:

"اے میرے رب مجھے وہ عطا کر (یعنی تیرے نافرمان بندے) جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ کیونکہ ان کی سزا کے لئے میرے پاس انتہا کی گرمی ہے، آگ ہے، پاؤں میں ڈالنے کے لئے ان گنت بیڑیاں اور گلے میں ڈالنے کے لئے طوق۔ پس اے میرے رب مجھے اپنے نافرمان بندوں سے بھر دے۔ جن کا تو نے وعدہ کیا ہے"۔

بیت المقدس تک ہمارا سفر پلک جھپکنے میں طے ہوا۔ پیارے نبیؐ میری پیٹھ سے نیچے اترے۔ مجھے ایک ٹیلہ کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ وہ ٹیلہ ابھی تک بیت المقدس کے قریب ہے۔ اس پر اونچا گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ اس گنبد کو قبۃ الصخرہ (ٹیلہ یا چٹان کا گنبد) کہتے ہیں۔ مجھے ٹیلہ کے پاس چھوڑ کر نبی کریمؐ مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ جہاں تمام انبیاء و رسول آپؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپؐ نے ان سب کو نماز پڑھائی۔

بیت المقدس کے سفر کو "اسراء" کہتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیارے نبیؐ حضرت جبرئیل کے ساتھ میرے پاس آئے اور پھر ہمارا دوسرا سفر شروع ہوا۔ یہ سفر آسمانوں کی طرف تھا جسے معراج کہتے ہیں۔

جب رسول اکرمؐ پہلے آسمان پر پہنچے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے آسمان پر آپؐ کی ملاقات حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت ذکریا علیہ السلام سے ہوئی۔ تیسرے آسمان پر ہمارے نبیؐ حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ، پانچویں پر حضرت ہارونؑ

اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر آپ ﷺ کا استقبال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے "سدرۃ المنتہیٰ تک" اپنے حضور بلوایا۔ جہاں آپ ﷺ نے شکرانے کے طور پر اللہ کو سجدہ کیا۔ شکر اس بات کا تھا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں تک اس سے پہلے کوئی نبی نہیں پہنچا تھا۔ یہی وہ موقعہ ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کیں۔

اس کے بعد نبی ﷺ واپس ہوتے۔ انبیائے اکرام علیہم السلام سے اجازت لی اور مجھ پر سوار ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف ہم واپس روانہ ہوئے۔ خانہ کعبہ پہنچ کر آپ ﷺ نے مجھے رخصت کیا اور اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔

دوسرے روز آپ ﷺ خانہ کعبہ تشریف لائے اور وہاں موجود لوگوں کو اس سفر کا واقعہ سنایا مگر کفار نے آپ ﷺ پر یقین نہ کیا۔ کافروں کا سردار ابوجہل کہتا تھا۔ "لو سنو لو ہم تو پورے ایک ماہ میں بیت المقدس پہنچتے ہیں اور واپسی کے سفر میں بھی ایک ماہ لگتا ہے۔ مگر محمد ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں سے بیت المقدس جاکر واپس آگئے۔ یہ بحث جاری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پیارے نبی ﷺ کے قریب بیٹھ گئے۔ کفّار نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر نبی ﷺ سچّے ہیں تو بتائیں کہ مسجد اقصیٰ کیسی ہے؟ دراصل کفّار کو یہ گمان تھا کہ نبی ﷺ مسجد اقصیٰ کے بارے میں نہ بتا سکیں گے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی ﷺ اس سے پہلے کبھی وہاں سے نہیں گئے تھے۔ پیارے نبی ﷺ نے مسجد اقصیٰ کے بارے میں ایک ایک چیز بڑی ترتیب سے بتانی شروع کی۔ ایسا لگتا تھا کہ مسجد اقصیٰ ان کے سامنے ہو اور ایک

ایک چیز کو دیکھ دیکھ کر بڑی تفصیل سے بیان کر رہے ہوں

یہ تفصیل سُن کر کفار ششدر رہ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے نعرہ بلند کیا کہ اے نبیؐ آپؐ نے جو کچھ کہا ہے۔ سچ کہا ہے۔ اس تفصیل کے علاوہ پیارے نبیؐ نے ان قافلے والوں کے حالات بھی بتاتے جو انھیں راستہ میں ملے تھے۔ تھوڑے دنوں بعد وہ قافلے والے مدینے واپس ہوئے۔ کفار کو پتہ چلا۔ نبیؐ نے جو باتیں قافلے، اس کے اونٹ اور اونٹنیوں کے متعلق بتائی تھیں۔ وہ حرف بحرف درست تھیں۔ کفار سے اب کچھ نہ بن پڑا کہ وہ کیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائیں وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ خوشی سے اعلان کرتے جاتے تھے۔ اے پیارے نبیؐ آپ نے سچ کہا ہے۔ اے پیارے نبیؐ آپ نے سچ کہا ہے اور اسی وجہ سے رسولِ اکرمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا خطاب دیا۔ اس دن سے آج تک حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ ہے میری یعنی براق کی وہ سچی کہانی جو اسراء اور معراج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سفر جو ہم نے کیا نہ راکٹ کے بس میں ہے نہ مصنوعی سیارے کے اور یہ سفر اس صدی میں نہیں ہوا بلکہ آج سے چودہ سو سال قبل ہوا۔

اللہ عزّوجل نے اس سفر کے متعلق قرآن شریف میں یوں ارشاد فرمایا ہے: (ترجمہ)

”پاک ہے وہ ذات جو ایک رات لے گئی اپنے بندے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک

جس کے ماحول کو اس نے بابرکت بنایا ہے تاکہ وہ اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھلائے۔

حقیقت میں وہی ذات یعنی اللہ عزّوجل دیکھنے اور سننے والا ہے"۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱)

غارِ حرا

قدیم زمانے میں انسان ہمارے جیسے مکانوں میں نہیں بلکہ غاروں میں رہا کرتے تھے۔ آپ یوں سمجھیں کہ غار پہاڑ کے اندر قدرتی طور پر بنا ہوا ایک محفوظ مقام ہوتا ہے جس میں انسان اور جانور خراب موسم سے بچنے کے لئے رہتے ہیں۔

میں اسی قسم کا ایک غار ہوں اور میرا مقام مکّہ معظمہ کے قریب پہاڑیوں میں ہے۔ یہ پہاڑیاں بہت اونچی نہیں۔ لیکن آپ ان پر اگر چڑھنا چاہیں تو ضرور تھک جائیں گے۔ ان پہاڑیوں پر چند کانٹے دار جھاڑیاں ہیں اور کوئی درخت نہیں۔

عرب میں لوگوں کی زندگی کا دارومدار بھیڑ بکریوں اور اونٹوں پر تھا۔ چرواہے چارے کی تلاش میں اپنے گلے کو ان پہاڑیوں پر لے جاتے اور جب تھک جاتے یا دھوپ کی شدّت سے بچنا چاہتے تو چٹانوں کے سائے میں آرام کرتے۔ کچھ چرواہے بہت بلندی تک آ جاتے اور میرے قریب پہنچ جاتے۔ لیکن مکّہ معظمہ کا ایک نوجوان کسی اور غرض سے ان پہاڑوں پر آتا۔ اور میرے ہاں قیام کرتا۔ دوری کی وجہ سے مکّہ کی آبادی کا کوئی شور مجھ تک نہ پہنچتا تھا۔ یہاں پر نہایت خاموشی ہوتی۔ اس خاموشی میں کبھی دن اور کبھی رات۔ یہ نوجوان اللہ کو یاد کرتا۔ اس اللہ کو جس نے اس دنیا

کو پیدا کیا۔ چاند ستارے، پانی ہوا، سمندر، درخت بناتے۔ وہ اللہ جس کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا۔

ایسے زمانے میں جب مکہ والے پتھروں کے بت بنا کے اُن کو خدا سمجھ بیٹھے۔ یہ بات اور لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکی تھی مگر یہ نوجوان صرف اللہ اور اللہ ہی کو یاد کرتا۔ آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس نوجوان کا پیارا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ آپؐ جب بھی آتے میرے ارد گرد نور پھیل جاتا۔ ایسے لگتا جیسے سارا ماحول مہک اُٹھا ہے وقت کے گزرنے کے ساتھ اس پیارے شخص کی عبادت بڑھتی گئی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ میرے ہاں عبادت میں مصروف تھے۔ رات اندھیری تھی اور آپؐ اللہ سے یہ کہہ رہے تھے۔

"کہ اے سارے جہاں کے پالنے والے، اے آسمانوں، سورج، چاند ستارے اور پہاڑوں کے پیدا کرنے والے تو ہی تو میرا رب ہے اور مجھے پیدا کرنے والا ہے۔ تو نے ہی سارے جہانوں کو بنایا۔ میں صرف تیری ہی رضا چاہتا ہوں۔"

جب آپؐ یہ دعا مانگ رہے تھے تو یوں کہئے کہ زمین و آسمان ایک نور سے بھر گئے۔ ایک فرشتہ جن کا نام جبرئیل علیہ السلام ہے اللہ کے حکم سے زمین پر وہ عظیم کلمات لے کر اترے جنھیں ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ کلمات یہ تھے "اے محمدؐ پڑھیے" محمدؐ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اس لیئے آپؐ نے جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب حضرت جبرئیلؑ آگے بڑھے اور تین دفعہ آپؐ کو سینے سے لگایا اور ہر مرتبہ یہ کہا "پڑھیئے" لیکن رسولِ اکرمؐ یہی جواب دیتے رہے کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ

نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور مندرجہ ذیل کلمات پڑھنے شروع کئے جو محمدؐ دہراتے جاتے تھے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۚ

ترجمہ: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھیئے اللہ کے نام سے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھیئے آپؐ کا رب بہت فضیلت والا ہے اس نے انسان کو قلم کے ذریعے ان چیزوں کی تعلیم دی جنھیں پہلے وہ نہ جانتا تھا۔

(سورۃ العلق آیت ۱ تا ۵)

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام رخصت ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عجیب و غریب خوف طاری ہو گیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے گھر واپس ہوتے۔ آپؐ کی زوجہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی یہ حالت دیکھی کہ آپؐ کانپ رہے ہیں اور آپؐ کے ماتھے پر پسینے کے قطرے ہیں تو انھوں نے فوراً بستر بچھا دیا۔ آپؐ لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے کمبل اوڑھا دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب رسولِ اکرمؐ کی گھبراہٹ کم ہوئی اور خوف جاتا رہا تو آپؐ نے تمام قصہ حضرت خدیجہؓ کو سنایا اور بتلایا کہ کس طرح غارِ حرا میں اندھیرے کے باوجود ایک نور پھیل گیا۔ کس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ سے کہا کہ پڑھو اور آپؐ نے انکار کیا اور پھر بعد میں جو کچھ وہ پڑھتے گئے آپ دُہراتے رہے۔ یہ باتیں سن کر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دی اور کہا "اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ آپؐ انتہائی نیک

اور پاکیزہ بندے ہیں آپؐ انسانوں سے محبت کرتے ہیں کبھی کسی سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہر انسان کی قدر کرتے ہیں حق دار کو اس کا حق دینے پر آپؐ صادق و امین ہیں اور بہت بلند اخلاق کے مالک ہیں"!

"آپؐ کی مزید تسلّی کے لیے حضرت خدیجہؓ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو ایک عالم فاضل اور عقلمند بزرگ تھے اور انھوں نے بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور انجیل و توریت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ دین کے معاملات کو خوب سمجھتے تھے۔ ورقہ بن نوفل بتوں کو ناپسند کرتے اور ان کی عبادت سے گریز کرتے۔

جب ورقہ بن نوفل نے یہ تمام واقعہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور ہمارے پیارے نبیؐ کو گلے لگاتے ہوئے یہ کہنے لگے،

"یہ بے شک اللہ کی وحی (پیغام) تھا جو آپ پر نازل ہوئی آپؐ اب عرب کے نبیؐ ہی نہیں بلکہ یوں کہیے کہ ساری دُنیا کے نبیؐ ہیں آپؐ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح ہیں اللہ نے آپؐ کو اس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ آپؐ انسانوں کو بھلائی، محبت اور نیکی کی طرف بلائیں مگر آپ یاد رکھیے شروع شروع میں لوگ آپؐ کو جھٹلائیں گے اور آپؐ کو آپؐ کے شہر سے نکال دیں گے لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں آپؐ کافروں سے لڑ کر ان پر غالب آجائیں گے۔ میری آرزو ہے کہ میں اتنی عمر پاؤں کہ آپؐ اور آپؐ کی نبوّت کی حمایت کروں"! ورقہ بن نوفل کی باتیں سُن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سکون ملا۔ اب آپؐ کے دل میں یہ تمنّا اُٹھی کہ اس طرح کا پیغام اللہ کی جانب سے آپؐ کو ملتا رہے۔ آپؐ اب میرے پاس زیادہ آنے لگے اور آپؐ کو اللہ کے دوسرے پیغام کا شدّت سے انتظار رہتا۔

کافی عرصہ گزر جانے کے بعد آپؐ پر دوسرا پیغام آیا۔ اُس وقت آپؐ میرے ہاں نہیں بلکہ اپنے گھر ہی میں تھے۔ جونہی حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آپ پر ایک عجیب سی کپکپی طاری ہو گئی اور آپؐ نے اپنی زوجہ کو یہ کہہ کر آواز دی کہ" مجھ پر جلدی سے کمبل ڈال دو"۔ حضرت خدیجہؓ جلدی سے ایک کمبل لے کر آئیں اور آپؐ کو اوڑھا دیا۔ اِس کے بعد حضرت جبرئیلؑ آپؐ سے مخاطب ہوئے اور ان کی آواز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ کوئی دوسرا نہ سن سکتا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے جو کچھ پڑھا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"اے کمبل میں لپٹے ہوئے نبیؐ آپؐ اٹھیئے لوگوں کو اللہ سے ڈرائیے۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیئے۔ اپنے لباس کو پاک کیجئے برائیوں سے دور رہیئے اور کسی پر اس لئے احسان نہ کریں کہ وہ اس سے بڑھ کر اس کا بدلہ آپ کو دے اور اپنے رب کا پیغام پہنچانے کے لئے آپ صبر اور برداشت سے کام لیں"۔

(سورۃ المدثر آیت ۱ تا ۷)

اس کے بعد اللہ کا پیغام (وحی) ہمارے پیارے نبیؐ کے پاس آنا شروع ہو گیا اور قرآن حکیم کی آیت پر آیت نازل ہونے لگی۔ (یہ سلسلہ تقریباً ۲۳ سال رہا) سب سے آخر میں اللہ کا جو پیغام ہمارے نبیؐ کو ملا وہ یہ تھا۔ (ترجمہ)

"اے نبیؐ آج کے دن ہم نے آپ کے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی تمام نعمتوں سے آپ کو مالا مال کر دیا اور آپ اور تمام انسانوں کے لئے دین اسلام کو ہم نے پسند کیا"۔

مجھے دنیا کے تمام غاروں پر فضیلت ہے اس لئے کہ میں وہ خوش نصیب غار ہوں کہ جہاں اللہ کے آخری نبیؐ پر تمام دنیا کے انسانوں کے لئے اللہ کے پیغام کی ابتدا ہوئی۔

پیارے بچو! تم نے میرے متعلق اپنے بزرگوں سے ضرور سنا ہوگا۔ جو لوگ حج اور عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ آتے ہیں ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ مجھ تک پہنچیں۔ وہ لوگ اپنے آپ کو بے حد خوش نصیب سمجھتے ہیں جو مجھ تک پہنچ کر دو رکعت نماز نفل اس مقام پر کھڑے ہو کر پڑھیں۔ جہاں پر آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبیؐ عبادت میں مشغول رہتے اور جہاں پر ان پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

آپ جب بڑے ہوں گے تو آپ کی بھی یہ تمنا ہوگی کہ آپ مکہ کی اس پہاڑی پر چڑھ کر مجھ تک پہنچیں جہاں ہمارے پیارے نبیؐ نے بیشتر وقت عبادت الٰہی میں گزارا۔

بدر کا کنواں

میں ایک کنواں ہوں اور میرا مقام مکّہ اور مدینہ کے درمیان ہے اس مقام کو بدر کہتے ہیں۔ جب آپ مکّہ سے مدینہ جائیں گے تو میرے پاس سے گزریں گے۔ میرے پاس پانی پینے کی غرض سے راہ گیر بھی آتے ہیں اور چرواہے بھی۔ ایک دن میری زندگی میں ایسا آیا کہ جس کا بعد میں چرچا نہ صرف تمام عرب میں ہوا بلکہ آج تک وہ واقعہ اسلام کی تاریخ میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بات سنِ ہجری کے دوسرے سال ماہِ رمضان کی سترہ تاریخ کی ہے۔

ہوا یوں کہ جب مکّہ کے مسلمان ہجرت کرکے مدینہ جا بسے اور وہاں خوش و خرم رہنے لگے تو مکّہ کے کافر بہت طیش میں آگئے۔ مکّہ کے مہاجر اپنا سارا سامان قریش کے پاس چھوڑ آتے تھے۔ اگرچہ کہ مدینے والوں نے ان کی بہت مدد کی مگر مکّہ سے آتے ہوئے مسلمانوں پر یہ بات بہت گراں گزرتی تھی کہ وہ مدینے کے لوگوں پر بوجھ بنتے رہیں وہ چاہتے تھے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔

انھیں ایک دن اطلاع ملی کہ قریش کا سامان سے لدا ہوا ایک قافلہ شام کی جانب سے آرہا ہے اس قافلے کا سردار ابوسفیان تھا۔ مہاجرین نے یہ مشورہ کیا کہ اس

قافلہ کو روک کر اس کا سامان اس مال دولت کے عوض جو وہ مکہ میں کافروں کے پاس چھوڑ آتے تھے چھین لیں۔

جب یہ خبر مکّہ پہنچی تو قریش آگ بگولہ ہوگئے اُن کا غصّہ اور بھی بڑھ گیا۔ جب انھیں یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آیا ہوا ایک دستہ جو ابوسفیانؓ کے قافلہ کی خبر لینے آیا تھا کچھ کافروں پر حملہ آور ہوا اور اس لڑائی میں مسلمانوں نے دو کافر قید کر لئے اور ایک کو مار دیا۔

بس کیا تھا مکّہ والوں نے فوراً باہر نکل کر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک ہزار کا لشکر جس میں ایک سو گھوڑے تھے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے مکّہ سے چلا۔ اِدھر نبیؐ اور نبیؐ کے ساتھیوں نے کافروں کا مقابلہ کرنے کے لئے پیشقدمی کی۔ مسلمانوں کا لشکر کفار کے لشکر کے ایک تہائی سے بھی کم تھا۔ کل ۳۱۳ لوگ تھے اور سوائے دو گھوڑوں کے ان کے پاس کچھ بھی تو نہ تھا۔ جب مسلمان بدر کے مقام پر پہنچے تو ایک صحابیؓ کے مشورے سے انھوں نے میرے قریب پڑاؤ کیا تاکہ وہ مجھ سے پانی حاصل کرتے رہیں اور کافروں کو یہ پانی نہ مل سکے۔ مسلمانوں نے میرے قریب ایک حوض بنایا جس سے وہ خود بھی پانی پیتے تھے اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے تھے۔ ادھر اپنے سازوسامان وہتھیاروں سے لیس گھوڑوں سمیت کافر بھی آپہنچے۔ جب قریش کو مسلمانوں کی اس حکمتِ عملی کا پتہ لگا کہ مسلمانوں نے کنویں پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو ان میں سے ایک کافر نے قسم کھائی کہ وہ مسلمانوں کا گھیرا توڑ کر پانی پیئے گا اور پھر میرے حوض کو ڈھا دے گا۔ پیارے نبیؐ کے چچا حضرت حمزہؓ آگے بڑھے اور اس کافر کا کام تمام کر دیا۔

پرانے زمانے میں جنگ کا یہی طریقہ تھا کہ پہلے ایک سپاہی آگے نکلتا اور مخالف فوج سے کسی ایک کو للکارتا۔ ایک ایک کی لڑائی کے بعد گھمسان کا رن پڑتا۔ اس دستور کے مطابق عُتبہ جس کے طائف میں انگوروں کے باغ تھے اور اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید آگے بڑھے۔ اور چیلنج کیا کہ ہے کوئی محمدؐ کا ساتھی جو ہم سے مقابلہ کرے؟ اِس چیلنج کے جواب میں مدینہ کے کچھ انصار آگے بڑھے لیکن کفّار نے اصرار کیا کہ وہ مکّہ کے مہاجرین سے لڑنے آئے ہیں۔ یہ بات سُن کر حضرت حمزہؓ، نبیؐ کے چچازاد بھائی حضرت علیؑ اور حضرت عُبیدہؓ بن حارث آگے بڑھے اور ان تینوں نے اپنے مخالفین کو ختم کر دیا۔ اس پر کافروں کا سردار ابوجہل چیخا۔ اے مکّے والو آگے بڑھو۔

مسلمانوں نے پہل نہ کی اور کافروں کے حملہ کا انتظار کیا۔ جونہی کافر قریب آئے مسلمان شیروں کی طرح ان پر جھپٹے اور ان کی صفوں کو چیرنا شروع کر دیا۔ مسلمان اللہ اکبر، اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر رہے تھے لڑائی زوروں پر تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کافروں کی بڑی تعداد اور اسلحہ دیکھ کر گھبرا گئے اور نبیؐ سے درخواست کی کہ وہ خدا سے مدد مانگیں۔ اِدھر لڑائی زوروں پر تھی اور اُدھر نبی صلعم اپنے رب کے حضور سجدہ میں گرے یہ کہہ رہے تھے۔ یا حیّ یا قیّوم، یا حیّ یا قیّوم، اے قائم و دائم رہنے والے اے قائم و دائم رہنے والے۔

کافی دیر بعد آپ سجدہ سے اُٹھے اور ایک مٹھی بھر ریت کافروں کی طرف پھینک دی۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ و دیگر مسلمانوں کو خوشخبری دی کہ فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ یہ سُننا تھا کہ مسلمانوں کی آوازیں اور بلند ہوئیں اور وہ زیادہ زور و شور سے

کافروں پر وار کرنے لگے۔ اِدھر رسول اکرمؐ مسلمانوں کو بتا رہے تھے کہ اللہ نے ان کی فتح کا وعدہ کیا ہے۔ اور یہ کہ جو مسلمان اِس جنگ میں کام آگیا اس کو جنّت ملے گی۔

یہ سُن کر ایک صحابی عمیرؓ بن حمام انصاری جو ہاتھ میں کھجوریں لئے کھا رہے تھے، بولے۔ اوہ کیا! اچھی بات ہے۔ کہ میرے اور جنّت میں داخلے کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں ماسوائے اس کے کہ میں شہید ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر کھجوریں ہاتھ سے پھینکیں اور کافروں پر زوردار حملہ کیا حتیٰ کہ خود شہید ہو گئے۔

یہ ایک ایسا معرکہ تھا جس میں اسلحہ سے لیس ایک ہزار کافر تھے ان میں سے سو گھوڑوں پر سوار تھے ان کے مقابلے میں صرف تین سو تیرہ مسلمان تھے جو جنگ کے معاملہ میں زیادہ تجربہ نہ رکھتے تھے اور ان کے پاس ہتھیاروں کی بھی کمی تھی۔ یعنی یوں سمجھ لیجئے کہ ایک جانب کفر ہتھیاروں سمیت تھا اور دوسری طرف ایمان شجاعت اور حق۔ فتح آخر حق کی ہوئی۔

جو کچھ میں نے دیکھا اگر کوئی اور وہاں ہوتا تو اس کا دل دہل جاتا۔ قریش کے ساتھ بڑے بڑے سورما تھے لیکن ان میں سے ستّر مارے گئے اور چوہتّر قید ہو گئے تو قریش میدان سے بھاگنے لگے۔ مرنے والوں میں ابوجہل بھی تھا۔ نبیؐ اور اُن کے ساتھیوں کے ہاتھوں ذلّت آمیز شکست کھا کر کافر مکّہ لوٹ رہے تھے ان میں سے بیشتر زخمی تھے۔

اِدھر مُسلمان کامیاب و کامران ۷۴ قیدی اور بہت سا مالِ غنیمت لئے مدینہ واپس ہوئے۔ مسلمانوں کے صرف ۱۴ ساتھی میرے قریب شہید ہوئے ان شہیدوں کے بارے

میں اللہ نے کہا ہے کہ یہ زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں ان کو رزق ملتا ہے۔
یہ فتح ایک معجزہ تھی۔ جب مسلمان مدینہ واپس پہنچے تو مدینہ کے مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مدینہ کے وہ لوگ جو اب تک ایمان نہ لاتے تھے صرف اس وجہ سے اسلام میں داخل ہو گئے کہ انھیں یقین ہو گیا کہ یہ دین سچا اور اسے اللہ کی مدد حاصل ہے۔

مسلمانوں نے قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کچھ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور جو فدیہ دینے کے قابل نہ تھے ان سے کہا گیا کہ جو دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے اسے آزاد کر دیا جائے گا۔

میں ایک ایسا یادگار کنواں ہوں جہاں پر مسلمانوں نے باطل کے خلاف پہلی جنگ لڑی اور فتح حاصل کی۔ میں نے حق کو غلبہ پاتے اور باطل کو بھاگتے دیکھا۔
ترجمہ: بے شک باطل بھاگنے والا ہے سورۃ بنی اسرائیل آیت (۸)
قرآن کریم میں اسی معرکہ کا ذکر اس طرح آیا ہے:

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالٰے نے جنگ بدر میں تمھاری مدد فرمائی حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے لہٰذا تم کو چاہیئے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو۔
امید ہے کہ اب تم شکر گزار بنو گے"۔

سورۃ آل عمران آیت (۱۲۳)

حدیبیہ کا درخت

میں ایک درخت ہوں میرا تعلق حُدَیبیہ سے ہے جو مدینہ سے مکّہ کے راستے میں ایک مقام ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جزیرہ عرب قریب قریب تمام صحرا پر مشتمل ہے اس میں سبزہ اور درخت بہت کم ہیں۔ رسول اللہؐ اور ان کے ساتھیوں کے کئی اہم واقعات درختوں سے متعلق ہیں۔

ہمارے پیارے نبیؐ ایک مرتبہ کسی لڑائی سے واپس آتے اور راستے میں اکیلے ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ اچانک ایک کافر ہاتھ میں تلوار لئے اِدھر آنکلا اور جوں ہی رسول اکرمؐ کو دیکھا اس نے تلوار تان لی اور آپؐ کے قریب آ کر کہا " آپؐ کو میرے ہاتھ سے اب کون بچا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلعم بالکل نہ گھبراتے اور بڑے اطمینان سے جواب دیا " اللہ " یہ جواب سنتے ہی کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی جسے لپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا لیا اور اس سے سوال کیا " بتاؤ تمہیں اب میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟" کافر سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ مارے خوف کے کانپنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے معاف کر دیا۔

میری کہانی نے مجھے تاریخ میں لافانی مقام دیا ہے قصہ کچھ یوں ہے کہ ہجرت
کے چھٹے سال رسولِ اکرمؐ اور ان کے ساتھی عمرہ کی غرض سے مدینہ منورہ روانہ ہوتے
مکّہ سے آتے ہوتے آپ کو چھ سال ہو گئے تھے اس عرصہ میں آپ نے نہ خانہ کعبہ کی
زیارت کی تھی اور نہ عمرہ اور نہ حج کیا تھا۔ مسلمان احرام باندھے ہوتے اور قربانی کے جانور
ساتھ لئے ہوتے تھے صرف تلواریں تھیں وہ بھی نیام میں، یہ عرب میں دستور تھا کہ مسافر
اپنی حفاظت کے لئے تلوار نیام میں لے کر چلا کرتے تھے جب آپ حدیبیہ مکّہ سے
قریب ایک جگہ پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ قریش آپ سے لڑنے کے لئے آرہے ہیں۔
اس پر آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکّہ روانہ کیا کہ قریش کے سرداروں کو بتائیں کہ مسلمان
لڑنے کے لئے نہیں صرف اور صرف عمرہ کی غرض سے آرہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو
واپسی میں کچھ دیر ہو گئی۔ ساتھ ہی یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ قریش کے سرداروں نے
حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے
بیعت لی کہ وہ قریش سے جنگ کریں گے۔ یہ بیعت میرے نیچے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے کی۔ اس کے بارے میں قرآن کریم کی آیت ہے جس کا ترجمہ حسبِ ذیل
ہے:۔

"بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس وقت راضی ہوا جب
وہ درخت کے نیچے نبیؐ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے"۔

(سورۃ الفتح آیت ۱۸)

جب مکّہ کے کافروں کو اس بیعت کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرا گئے اور حضرت
عثمانؓ کو جنھیں دراصل قریش نے روک رکھا تھا واپس جانے دیا۔ بعد میں قریش نے

صُلح کے لئے پیغام بھیجا۔ صُلح کی یہ شرط تھی کہ دس سال تک آپس میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا جاتے۔ صُلح کی بات چیت شروع ہوئی اور آخر کار کافروں کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہوا جسے صُلح حُدیبیہ کہتے ہیں۔ اس کی شرائط یہ تھیں:

۱۔ اس سال مسلمان مکّہ میں داخل نہ ہوں۔

۲۔ آئندہ سال مسُلمان حج کے لئے آسکتے ہیں لیکن مکّہ میں صرف تین دن قیام کر سکتے ہیں اور آپ کے ساتھ وہ ہتھیار ہوں گے جو مسافر لے کر چلتے ہیں۔

۳۔ دس سال تک فریقین جنگ نہ کریں گے۔

۴۔ اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس مکّہ سے مدینہ آجاتے گا تو رسول اللہؐ اسے واپس کر دیں گے۔

۵۔ اگر مسلمانوں میں سے کوئی آدمی مدینہ سے مکّہ جاتے گا تو قریش اُسے واپس نہ کریں گے۔

۶۔ عرب کے قبیلوں کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے وہ نبیؐ سے دوستی کا معاہدہ کریں یا مکّہ کے کافروں سے۔

۷۔ کوئی فریق دوسرے فریق کے حلیف پر زیادتی نہ کرے گا۔

اس معاہدہ کی یہ شرط کہ جو مسلمان مکّہ سے مدینہ بھاگ آتے اسے واپس کر دیا جاتے گا۔ کچھ مسلمانوں کو پسند نہ آئی۔

دراصل جو کچھ نبیؐ کی آنکھ دیکھ رہی تھی وہ بات اعتراض کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات مسلمانوں پر واضح ہوگئی کہ یہ معاہدہ ان

کے لئے بہت فائدہ مند تھا۔ امن ملنے سے اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ مدینہ اور مکّہ کے لئے درمیان آمدورفت شروع ہوگئی اور مکّہ کے بہت سے کافروں کے دل مسلمانوں سے ملنے جلنے کی وجہ سے اسلام کی طرف کھنچے چلے آتے۔ خاص طور پر معاہدہ کی یہ شرط کہ جو مسلمان مکّہ سے مدینہ جائے گا اسے واپس کر دیا جاتے گا۔ مکّہ کے کافروں پر بہت گراں گزری۔ ہوا یوں کہ واپس کئے جانے والے مسلمان مکّہ واپس نہ جاتے تھے بلکہ راستے میں ٹھہر جاتے تھے ان کی تعداد بڑھتی گئی اور ان مسلمانوں نے قریش کے قافلے لوٹنے شروع کر دیئے۔ اس پر قریش کے سرداروں نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ اب وہ مکّہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو مدینہ ہی میں روکے رکھیں گے اور مکّہ واپس نہ کریں گے۔

جب اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور بہت سے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے تو قریش کو معاہدہ کی یہ شرط بھی بہت نقصان دہ معلوم ہوئی کہ فریقین ایک دوسرے کے دوست قبیلے پر زیادتی نہ کریں گے اور انھوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے دوست قبیلہ بنو خزاعہ پر چڑھائی کر دی۔ جس پر رسولؐ نے اعلان کیا کہ اب معاہدہ ختم ہے۔

کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میری آنکھوں نے دس ہزار مسلح مسلمانوں کو مکّہ کی طرف کوچ کرتے دیکھا۔ مکّہ والوں میں ہمّت نہ تھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے۔ مسلمان بغیر کسی مزاحمت کے مکّہ میں داخل ہوگئے اور مکتہ المکرمہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا جب مسلمانوں کو اس دن کی شدّت سے یاد آئی جب مسلمانوں نے رسولؐ کے ہاتھ پر میرے نیچے یہ بیعت کی اور قسم کھائی تھی کہ یا غازی ہوں گے یا شہید۔ اب اللہ کی مدد آپہنچی تھی اور فتح نے

مسلمانوں کے قدم چوم لئے تھے۔ دین اسلام میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوتے چلے جارہے تھے۔

میں نے جزیرۂ عرب کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں کو رسولِ اکرمؐ کے وہ کلمات جو آپؐ نے خانۂ کعبہ کے باہر فتح مکّہ کے بعد ادا فرماتے تھے۔ دوہراتے سُنا اور وہ کلمات یہ تھے کہ:

ترجمہ: "مسلمانوں پر خون بہانا، درخت کاٹنا اور ان کی ٹہنیوں اور پتوں کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔"

اس بات نے میری خوشی کو اور بھی بڑھا دیا۔ جب میں نے یہ سُنا کہ رسولِ اکرمؐ نے فتح مکّہ کے بعد قریش سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ:

ترجمہ: "تمھارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیسا سلوک کروں گا؟"

قریش نے جواب دیا "آپ ہم سے اچھا سلوک کریں گے۔ کیونکہ آپ خود بھی بلند اخلاق ہیں اور ہمارے بھائی (یعنی حضرت عبداللہ) کے بیٹے ہیں۔"

میں اپنی جگہ پر موجود رہا۔ وقت گزرتا گیا۔ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں سنتا رہا۔ وقت نے رسولؐ کی یہ پیشگوئی کہ اسلام یمن، شام اور فارس (ایران) میں داخل ہوگا۔ اور سُراقہ بن مالک حاکم فارس کسریٰ کے کنگن پہنے گا سچ کر دکھائی۔ ہوا یوں کہ فارس کے دارالخلافہ مدائن کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور اسے کسریٰ کے کنگن پہنائے۔

یہ ساری باتیں میں اُن لوگوں سے سُنتا رہا جو عقیدت کے طور پر زیارت کے لئے آتے تھے اس لئے کہ وہ مبارک درخت تھا۔ جس کے نیچے نبیؐ نے مسلمانوں سے وہ عظیم بیعت لی تھی جسے پیارے بچو آپ نے تاریخ کی کتابوں میں بیعتِ رضوان کے عنوان سے پڑھا ہوگا۔

جب میری زیارت کرنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی تو حضرت عمر کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ دینِ اسلام اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کی اجازت نہیں دیتا چونکہ یہ خدشہ ہوگیا کہ لوگ کہیں میری پوجا نہ کرنے لگیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے حکم پر مجھے جڑ سے کاٹ دیا گیا۔ میرے لئے یہی بڑے فخر کی بات ہے کہ میں تاریخ میں اس بابرکت درخت کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں جس کے نیچے نبیؐ نے مسلمانوں سے عظیم بیعت لی تھی۔

اسلام کا پرچم

میں اسلام کا پرچم ہوں اللہ کے اس سچے دین کا جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں لے کر آئے۔

میری زندگی میں ناقابل فراموش واقعات ہوئے جنھیں تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ سب سے پہلے یثرب کی سرزمین سے بلند ہوا۔ یہ وہی شہر ہے جسے اب مدینہ منورہ کہتے ہیں قریش کے مظالم سے تنگ آکر رسولؐ اور ان کے ساتھیوں نے اس شہر میں پناہ لی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر مکّہ کے مہاجرین اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا جس کے نتیجہ میں مدینہ کے مسلمانوں نے اپنی استطاعت کے مطابق ایک یا ایک سے زیادہ مکّہ کے مہاجروں کو اپنا بھائی بنا کر اپنے گھر مہمان رکھ لیا۔ انصار (مدینہ کے مسلمانوں) نے میزبانی کی عظیم مثالیں قائم کیں۔ حتّٰی کہ انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کے سامنے اپنا سارا مال رکھ دیا تاکہ وہ آپس میں بانٹ لیں۔

مہاجرین و انصار کے درمیان اس بے پناہ محبت کے قائم ہونے پر میری مسّرت

کی انتہا نہ رہی اور میں مدینہ کی فضا میں خوشی سے لہراتا رہا۔
بدر کی جنگ اسلام اور کفر کے درمیان وہ پہلا معرکہ تھا جس میں میں مسلمانوں کے اگلے دستے میں ایک مجاہد کے ہاتھ میں تھا۔ میرے تلے مسلمانوں نے بہادری کی عظیم مثالیں قائم کیں اور تعداد میں کم ہونے کے باوجود انھوں نے کفّار کو زبردست شکست دی تھی۔
میں نے آسمان سے فرشتوں کو گروہ در گروہ مسلمانوں کی مدد کے لیے آتے دیکھا۔ جب مسلمانوں کو مکمل فتح ہوئی تو میں فضا میں بہت بلند تھا اور خوشی سے لہرا رہا تھا۔
غزوۂ اُحد اور غزوہ خندق دو ایسے معرکے تھے جن میں اگر اللہ کی غیبی مدد مسلمانوں کو نہ پہنچتی تو ہوسکتا ہے میں سرنگون ہو جاتا لیکن مسلمانوں نے انتہائی صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اللہ کے راستے (جہاد) میں ہر تکلیف کو انھوں نے ہنسی خوشی قبول کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے ایسے مسلمان تھے جنھوں نے ہنسی خوشی شہادت کو قبول کیا۔
میرے نیچے آنے والے وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی رہی ہر معرکہ میں میں بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔
پھر وہ دن بھی آیا جب بتوں کا جھنڈا مکہ میں ہمیشہ کے لیے سرنگوں ہوگیا اور میں مکّہ کی فضا میں بلند ہوا۔ پھر کیا تھا دینِ اسلام میں لوگ جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ مکّہ کی فتح کو ایک سال ہی ہوا تھا کہ میں جزیرہ عرب کے ہر کونے میں بلند ہوا۔ سال دس ہجری کو میں حج کے موقعہ پر تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کے درمیان بلند تھا۔ مسلمان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ کس قدر عظیم تھا وہ دن جب نبیؐ نے عرفات کے میدان میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ اِس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بیشتر واقعات میرے سامنے ہوتے۔ غزوات میں کوئی غزوہ ایسا نہ تھا کہ جس میں مَیں آپؐ کے ساتھ نہ ہوتا۔ میرا آپؐ کا دن رات کا ساتھ تھا۔ میں آپؐ کی زندگی کے معمولات بہت قریب سے دیکھتا رہا۔ مَیں نے آپؐ کو بطورِ انسان، رہنما، سپہ سالار اور قائد کے بہت عظیم پایا۔ آپ ہر لحاظ سے ایک بلند مرتبہ شخصیت تھے۔ نہ میرے پاس الفاظ ہیں اور نہ اتنی طاقت کہ میں مناسب طریقہ سے آپؐ کے اخلاقِ حسنہ کی باتیں بتا سکوں۔ آپ کی تعریف اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں کی۔

ترجمہ:

"بیشک آپؐ بلند اخلاق کے مالک ہیں۔"

(سورۃ القلم آیت ۴)

مسلمان آپؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور میں بھی۔ عرب کے لوگ جوق در جوق آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی وہ آپؐ سے عہد کرتے کہ اسلام کی تبلیغ کریں گے اور اسلام کے عَلم یعنی مجھے بلند رکھیں گے۔

پھر ایک دن ایسا آیا جب میرا دل پھٹ گیا۔ یہ دن میری زندگی کا بدترین دن تھا۔ اُس دن ایک ایسی خبر آئی جس پر بہت سے مسلمان یقین نہیں کر رہے تھے۔ ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ مدینہ میں ہر طرف مسلمان شدید غم میں مبتلا تھے۔ آخر کار حضرت ابوبکرؓ

کی آواز بلند ہوئی۔ وہ فرما رہے تھے:

"جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کر گئے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے جان لینا چاہیئے کہ بے شک اللہ ہمیشہ زندہ و قائم ہے اور اسے موت نہیں آسکتی۔"

مسلمانوں کی تسلی کے لئے خدا کا یہ فرمان بہت کارگر ثابت ہوا جو کہ قرآن کریم میں تحریر ہے کہ: (ترجمہ)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویسے ہی رسول ہیں جیسے ان سے پہلے رسول آتے (اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا کر دنیا سے رخصت ہو گئے) اگر رسولِ اکرمؐ فوت ہو جائیں یا خدانخواستہ شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم ان کے بتاتے ہوتے راستے سے منہ موڑ لوگے۔ سن لو جو اللہ کے راستے سے منہ موڑتا ہے وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ صبر و شکر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (القرآن۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴)

ان قرآنی آیات کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ایسا لگا جیسے اس سے پہلے میں نے یہ آیات نہ پڑھی تھیں اور نہ سنیں۔ مسلمانوں پر غم کے بادل چھا گئے۔ رنج کی وجہ سے سب پر سکتہ طاری ہو گیا لیکن نبی صلعم کے پیغام کو ابھی آگے پہنچانا تھا لہٰذا وہ لشکر جس کی روانگی کا حکم نبی کریمؐ نے اپنی زندگی میں دیا تھا۔ اُسامہ بن زیدؓ کی سربراہی میں شام کی طرف نکل پڑا۔ اور میں اس لشکر کے آگے آگے تھا۔

میں اُس لشکر میں بھی آگے آگے تھا جسے حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا جنھوں نے زکوٰۃ (جو کہ اسلام کا بنیادی رُکن ہے) دینے سے انکار کر دیا اور دین سے پھر گئے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب میں سرنگوں ہوتے ہوتے بچا۔ لیکن فتح حق کی ہوئی۔ اسلام سے منہ پھیرنے اور زکوٰۃ سے انکار کرنے والے شکست کھا گئے اور میں بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ کبھی خالد بن ولید کے ہاتھ میں ہوتا اور کبھی عبیدہ بن جراح کے، کبھی سعد بن وقاص، کبھی عمرو بن عاص اور کبھی اسامہ بن زید کے ہاتھ میں۔

مسلمانوں کے سپہ سالار روم اور فارس کے علاقوں میں مجھے بلند کرتے رہے۔ کامیابی نے ہر محاذ پر مسلمانوں کے قدم چومے۔ یہاں تک کہ میں مغرب میں اُندلس اور مشرق میں چین تک پہنچ گیا۔ میرے پیچھے آنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی۔ آج مختلف رنگ و نسل کے تقریباً ایک ارب مسلمان میرے سائے میں ہیں۔ کیوں نہ ہوں "میں اسلام کا عَلَم ہوں"۔

وہ خوش نصیب عَلَم جسے سب سے پہلے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیا۔

بچوں کے لیے

حیاتِ طیبہ ﷺ پر گیارہ کہانیاں



Price: Rs 80/-